عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ہفت روزہ


# ختم نبوۃ

انٹرنیشنل
جلد نمبر ۱۱، شمارہ نمبر ۱۹
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

قاری
عالم
مدرس
فقیہ
مرشد
متقی
حلیم
مجاہد ختم نبوۃ
مفتی
خطیب
عوامی
پارلیمنٹیرین
مہذب
مبلغ
سفیر اتحاد
قائد
حافظ
وزیر اعلیٰ
قائد حزب اختلاف
محمود

جس نے دی ظالم خداؤں کو شکست
اتحادِ قوم کا داعی تھا وہ!

بزم گل کا وہ دلاور اُٹھ گیا
آگ سینوں میں لگا کر اٹھ گیا

## مفتیٔ ملت کی رحلت کیا ہوئی
## اک چراغِ شعلہ پرور اٹھ گیا

انسانی حقوق کی خلاف ورزی کون کر رہا ہے

## مسلمان یا قادیانی ؟

مولانا زاہد الراشدی کا لندن کانفرنس میں فکر انگیز خطاب

پاکستان آرمی میں منکرینِ جہاد قادیانی افسران کی ترقیاں

## "نواز" شریف و آصف "نواز" صاحب!

## یہ قادیانیت "نوازیاں" کیوں؟

# صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم اپنا وعدہ پورا کریں

جب سے وزیر داخلہ نے یہ بیان دیا ہے کہ آئندہ شناختی کارڈوں کا اجراء کمپیوٹر کے ذریعے کیا جائے گا۔ اس وقت سے انتہائی شدت کے ساتھ یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ

- شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کیا جائے۔ اقلیتوں کے شناختی کارڈ کا رنگ الگ کیا جائے۔
- یہ مطالبہ کسی خاص فرد یا جماعت کا نہیں بلکہ تمام دینی جماعتوں اور پوری قوم کا متفقہ مطالبہ ہے۔
- اس مسئلہ پر قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی وزیرِ اعظم اور وزیرِ داخلہ سے گفتگو ہوئی اور انہوں نے یہ مسئلہ حل کرنے کا وعدہ کیا
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سمیت تمام جماعتوں کے مشترکہ وفد نے صدرِ مملکت سے ملاقات کی ان ملاقاتوں اور گفتگو میں مطالبہ پورا کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی۔

## لیکن اس کے باوجود ابھی تک وعدہ ایفا نہیں کیا گیا

یہ صورتِ حال انتہائی پریشان کن ہے۔ حکمران اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھیں اور شناختی کارڈ کے مسئلہ پر جو وعدہ کیا گیا ہے اسے فوراً پورا کیا جائے۔

## خطیب صاحبان توجہ فرمائیں

چونکہ حکمران طبقہ وعدے کے باوجود چشم پوشی، وعدہ خلافی اور قادیانیت نوازی کا مظاہرہ کر رہا ہے اس لئے ملک بھر کے تمام علماء کرام و خطباء حضرات سے درخواست ہے کہ وہ جمعہ خصوصاً جمعۃ الوداع اور عید الفطر کے اجتماعات میں اپنی تقاریر کے دوران شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ رکھنے اور قادیانیوں سمیت تمام اقلیتوں کے شناختی کارڈوں کا رنگ الگ کرنے کے مسئلہ کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔ نیز صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم، وزیرِ داخلہ اور دوسرے متعلقہ حکام سے پرزور انداز میں مطالبہ کریں کہ اس خالص اسلامی اور عوامی مطالبے کو نظر انداز نہ کیا جائے اور انہوں نے اس سلسلہ میں جو وعدہ کیا ہے اسے فوراً پورا کیا جائے۔

شعبہ نشر و اشاعت

**آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان**

رابطہ آفس:۔ حضوری باغ روڈ ملتان۔ فون نمبر: ۷۸۹۰۴

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ہفت روزہ

# ختم نبوت

# KHATME NUBUWWAT

( AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE )

جلد نمبر ۱۱ | ۱۱ تا ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ مطابق ۹ تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء | شمارہ نمبر ۱۹

مدیر مسئول: عبدالرحمن باوا

## اس شمارے میں

۱۔ صدر اور وزیر اعظم اپنا وعدہ پورا کریں ____ ۲
۲۔ نعتِ رسولِ مقبولؐ ____ ۴
۳۔ صدر مملکت خاموش کیوں ؟ (اداریہ) ____ ۵
۴۔ مولانا مفتی محمودؒ اور تحریک ختم نبوت ____ ۶
۵۔ قادیانی انہیں اپنا استاذ بنانے آئے تھے ____ ۷
۶۔ صدر مملکت کے نام کھلا خط ____ ۸
۷۔ چیف آف آرمی اسٹاف کے نام کھلا خط ____ ۹
۸۔ مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ ____ ۱۰
۹۔ تم اسے نہیں جانتے ____ ۱۱
۱۰۔ پریس کانفرنس ____ ۱۳
۱۱۔ تعارف مولانا مفتی محمودؒ ____ ۱۴
۱۲۔ مسلمان یا قادیانی ؟ ____ ۱۵
۱۳۔ شعائر اسلامی کا تحفظ ____ ۲۰
۱۴۔ گوشہ کتب ____ ۲۲
۱۵۔ علماء کی قدر ____ ۲۳
۱۶۔ سرسید اپنی تحریرات کے آئینے میں ____ ۲۵

**سرپرست**

شیخ المشائخ حضرت مولانا
خان محمد صاحب مدظلہ
خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

**نگرانِ اعلیٰ**

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

**معاون مدیر**

مولانا منظور احمد الحسینی

**سرکولیشن منیجر**

محمد انور

**قانونی مشیر**

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

**رابطہ دفتر**

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی ۷۴۲۰۰ پاکستان
فون نمبر: 7780337

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PH: 071-737-8199.

**چندہ اندرون ملک**

| | |
|---|---|
| سالانہ | ۱۵۰ روپے |
| ششماہی | ۷۵ روپے |
| سہ ماہی | ۴۵ روپے |
| فی پرچہ | ۳ روپے |

**چندہ بیرون ملک**

غیر ممالک سے سالانہ بذریعہ ڈاک ۴۵ ڈالر
چیک / ڈرافٹ بنام "ہفت روزہ ختم نبوت"
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ
اکاؤنٹ نمبر ۳۶۳ کراچی پاکستان ارسال کریں

ایڈیٹر و پبلشر عبدالرحمن باوا ۔ طابع سید شاہد حسن ۔ مطبع القادر پرنٹنگ پریس ۔ مقام اشاعت [illegible]

# نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

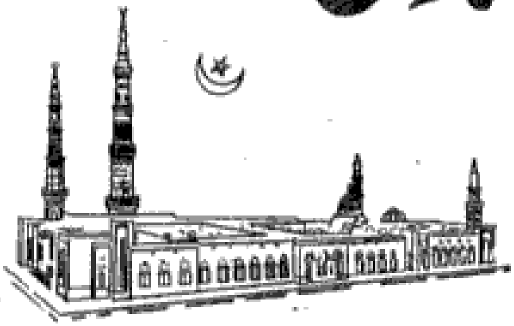

ساجد صدیقی لکھنوی

ملے ختم رسل کو چار یارؓ آہستہ آہستہ
چمن میں دین کے آئی بہار آہستہ آہستہ

یکے بعد دگر جس طرح تارے جگمگاتے ہیں
ہوئے یوں جمع اصحاب کبار آہستہ آہستہ

ترقی کر رہی ہیں اس طرح اسلام کی کرنیں
گلوں پہ جیسے آتا ہے نکھار آہستہ آہستہ

چلا اسلام مکے سے مدینے پھر بڑھا آگے
گئی ایران تک دیں کی پکار آہستہ آہستہ

تسلط رفتہ رفتہ کفر پر اسلام نے پایا
ہوا نازل کلامِ کردگار آہستہ آہستہ

بچا کر نرغۂ کفار سے شاہِ دو عالم کو
مدینے لے ہی آئے یارؓ غار آہستہ آہستہ

عمرؓ کی فتح و نصرت کی کرے کیا ہمسری کوئی
میسر ہوتا ہے یہ افتخار آہستہ آہستہ

غنیؓ نے رفتہ رفتہ مال و زر دیکر رہِ حق میں
بڑھایا دین کا عز و وقار آہستہ آہستہ

ہوئی ہے جنگِ خیبر فتح تو ہیں مطمئن دل میں
چلے آتے ہیں شیرؓ کردگار آہستہ آہستہ

ترقی کیوں نہ کرتا رفتہ رفتہ دین احمدؐ کا
ملے طلحہؓ کے جیسے جاں نثار آہستہ آہستہ

مقدر میں ہے ساجد تو مدینہ دیکھ ہی لیں گے
دلِ مضطر کو آئے گا قرار آہستہ آہستہ

# صدرِ مملکت خاموش کیوں ہیں؟

یوں تو اس وقت پوری حکومتی مشینری کی توپوں کا رخ دینِ اسلام اور اس کے پاسبان یعنی علماء کرام کی طرف ہے۔ اور اس جنگ کا ہر سپاہی اس کوشش میں ہے کہ وہ اس "کارِ خیر" میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے کہ کہیں ایسا نہ ہو قیامت کے دن پوچھ لیا جائے کہ بتاؤ تم نے اس سلسلے میں سستی کیوں برتی (معاذ اللہ) اور اس معرکہ میں وہ سپاہی جو ستارہ بسالت کے مستحق قرار دیئے جا سکتے ہیں اُن میں سردار آصف احمد، رانا نذیر، شیخ رشید، اور غلام احمد بلور شامل ہیں۔ دینِ اسلام اور اس کے پاسبانوں کے خلاف لڑنے والی اس فوج کے کمانڈر وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف صاحب جن کے بارے میں چند روز قبل اخبارات نے خبر لگائی کہ انہوں نے علماء کے خلاف شر انگیز بیانات کے سلسلہ پر سخت نوٹس لیا ہے وہی نواز شریف گلگت میں کہتے ہیں! "شرپسند علماء کو سرعام پھانسی دی جائے"
وزیر اعظم صاحب نے وضاحت نہیں فرمائی کہ شرپسند علماء سے کیا مراد ہے اور وہ کون سا پیمانہ ہے جس پر شرپسند وغیر شرپسند کا فرق پایا جائے گا؟

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ علماء شرپسند ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ "علماء" کی تعریف کی جائے کہ علماء کہتے کسے ہیں اور پھر یہ دیکھا جائے کہ جس شخص کو مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے وہ اس تعریف پر پورا اُترتا ہے کہ نہیں۔ اگر وہ اس تعریف پر پورا نہیں اُترتا تو اسے عالم نہیں کہا جا سکتا۔

دوسری بات یہ کہ اسلام اور نصوص قطعیہ کے خلاف جو اس کرنے والوں کو روکنے پر اگر میاں صاحب "شر" کہتے ہیں تو ہم بڑے احترام سے عرض کرتے ہیں کہ اس کو شر نہیں بلکہ دینی فریضہ اور جہاد کہا جاتا ہے۔

حیرت اس امر پر ہے کہ کہا یہ جایا کرتا ہے کہ صدر اور گورنر غیر جانبدار ہوتے ہیں۔ صدر مرکز میں وفاق کی علامت اور گورنر حضرات صوبوں میں وفاق کے نمائندے ہوتے ہیں لیکن یہ غیر جانبداری اس وقت متاثر ہوئی ۔ اور خوب ہوئی ۔ جب ہمارے دو گورنر صاحبان نے خبیث باطن کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے گویا کہ یہ اعلان کیا کہ "ہم بھی کسی سے کم نہیں ہیں"۔

ان میں سے ایک تو گورنر پنجاب میاں محمد اظہر ہیں یہ بھی شاید حسنِ اتفاق ہے کہ یہ حضرات بھی ٹھیرے "میاں" ہیں اور یوں ان کے شر انگیز بیان کی وجہ بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔ انھوں نے سنتِ رسولؐ کا جس ڈھٹائی سے مذاق اُڑایا ہے اس کی نظیر شاید ہی مل سکے کیونکہ یہ عمل انہوں نے درباری مولویوں کے سامنے کیا مگر افسوس صد افسوس کہ یہ مولوی سنتِ رسول کے مذاق پر "تڑپے" تو نہیں مگر کسی نے ترنگ میں آکر اپنا "گریڈ" بڑھانے کا مطالبہ کیا تو کوئی "گرانٹ" نامی وہ لعنت مانگ رہا تھا جس سے علماء حق ہمیشہ دُور بھاگتے رہے ہیں جس کا آخری مظاہرہ اس واقعہ سے چند روز قبل اس موقع پر ہو چکا تھا جب "میاں" نواز شریف کی پانچ کروڑ کی گرانٹ کو رائیونڈ کے بزرگوں نے مسترد کر دیا تھا۔

دوسرے صوبہ سندھ کے گورنر محمود اے ہارون ہیں انہیں نہ جانے کیا سوجھی کہ یہ "انکشاف" کرنے بیٹھ گئے کہ قیامِ پاکستان کے وقت پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ کبھی بھی نہیں لگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ نعرہ نہیں لگا تو پھر دو قومی نظریہ کا مطلب کیا ہے اور اس کی حقیقت کس طرح سے سمجھ میں آئے گی؟
گورنر صاحب نے درحقیقت یہ بات کہنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کا مطالبہ کرنیوالو! پاکستان تو اسلام کے نام پر لیا ہی نہیں گیا تو پھر تم کیوں یہ مطالبہ کرتے ہو۔
اس سے عوام اور اسلامیان پاکستان نتیجہ اخذ کر لیں کہ ارباب اقتدار کے ارادے کیا ہیں۔ اور کوئی بعید نہیں کہ بقیہ دو گورنر بھی اس قسم کے کسی شوشے کی تیاری میں مگن ہوں ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ صدر غلام اسحاق خان کہاں ہیں دنیوی وجوہات کی بناء پر تو انہوں نے بینظیر حکومت کی چھٹی کرا دی تھی جبکہ اب دینِ اسلام کا سرِعام مذاق اُڑایا جا رہا ہے مگر وہ ہیں کہ ٹس سے مس ہی نہیں ہوتے۔

# مفکر اسلام مولانا مفتی محمود اور تحریک ختم نبوت

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، لاہور

**پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں آپ کی ولولہ انگیز قیادت میں مرزائیت کے نوے سالہ پرانے مسئلے کو حل کیا گیا اور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جبکہ آپ عین شباب پر تھے گرفتاری پیش کی**

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو قدرت نے گوناگوں خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ ایک بہترین مدرس عظیم المرتبت فقیہ بلند پایہ شیخ الحدیث مشہور زمانہ مفکر منجھے ہوئے سیاست دان سنجیدہ خطیب اور مانے ہوئے پارلیمنٹیرین تھے۔

یوں تو مفتی صاحب سے عقیدت و محبت ہر مسلمان کے دل میں تھی۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں مفتی صاحب کی کئی ایک تقاریر سنی اور آپ کے موقف کے لیے ماریں کھانے کی نوبت بھی نصیب ہوئی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں بندہ جامعہ خیر المدارس میں جلالین شریف والے سال میں طالب علم تھا۔ ملتان بھی ملک کے بڑے شہروں کی طرح تحریک ختم نبوت کا عظیم الشان مرکز تھا۔ بلکہ تحریک کا آغاز نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء سے ہوا نشتر کے طلباء پشاور کے ٹور سے واپس آ رہے تھے کہ ربوہ میں ان پر حملہ ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں تحریک اٹھ کھڑی ہوئی۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود ان دنوں اپنے آبائی گاؤں ڈیرہ اسمٰعیل خان سے ایم این اے تھے اور جامعہ قاسم العلوم ملتان میں شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز۔ پورے ملک میں تحریک اٹھ کھڑی ہوگئی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر مختلف مکاتب فکر متحد ہو گئے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے ایک غیر سیاسی پلیٹ فارم معرض وجود میں آیا۔

آغا شورش کشمیری کی تجویز پر شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کو آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا صدر مقرر کر دیا گیا مولانا مفتی محمود بھی اس اجلاس میں موجود تھے۔

۱۰ جون کو مفتی صاحب کی ہدایت پر مولانا حبیب گل ممبر سرحد اسمبلی نے سرحد اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی قرارداد پیش کی جو متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ پورا ملک جلسوں جلوسوں مظاہروں کی لپیٹ میں آ گیا، پوری قوم اٹھ کھڑی ہوگئی مجموعی حکومت پر زبردست دباؤ شروع ہو گیا۔ اور مندرجہ ذیل مطالبات بڑی آب و تاب سے ہونے لگے۔

(۱) مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے

(۲) ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

(۳) سانحہ ربوہ کی تحقیقات ہائی کورٹ کے جج سے کرائی جائیں۔

(۴) مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے۔

۲۲ جون مرزائی مسئلہ اور مطالبات کے سلسلہ میں کابینہ کا اجلاس مری میں منعقد ہوا۔ جس میں ربوہ کو کھلا شہر بنانے سمیت کئی ایک اہم فیصلے ہوئے یکم جولائی قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا جس میں حزب اختلاف اور حکومت نے متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو کمیٹی قرار دے دیا۔ قادیانی جماعت کے سربراہ آنجہانی مرزا ناصر احمد اور لاہوری جماعت کے سربراہ آنجہانی صدر الدین کو اسمبلی میں طلب کر لیا گیا تاکہ وہ اپنا موقف و وضاحت پیش کریں۔ مجلس عمل اور مسلمانان عالم کی ترجمانی کے لیے قرعہ فال مولانا مفتی محمود کے نام نکلا آپ نے اسمبلی کے فورم میں مرزا ناصر احمد پر سوالات کی بوچھاڑ کر کے اس کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور اس نے مفتی محمود کے سوالات کا جواب دینے سے انکار کر دیا اور اس نے کہا کہ وہ مفتی محمود کے بجائے اٹارنی جنرل کے سوالات کا جواب دے گا۔ مجلس عمل نے قبول کر لیا۔ چنانچہ مفتی صاحب اور آپ کے رفقاء جناب یحییٰ بختیار اٹارنی جنرل پاکستان کو تیاری کراتے اور اٹارنی جنرل مرزا ناصر سے گفتگو کرتا

**ملت اسلامیہ کا موقف:** مرزائیوں کے اسمبلی کے بیان کے جواب میں مجلس عمل نے شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری کی قیادت میں ایک کمیٹی قائم کر دی جو دو حصوں پر مشتمل تھی۔

(۱) مذہبی حصہ مولانا جسٹس تقی عثمانی کے سپرد ہوا جن کی معاونت مولانا محمد حیات فاتح قادیان اور مولانا عبدالرحیم اشعر نے کی۔

(۲) سیاسی حصہ مولانا سمیع الحق کے سپرد ہوا جن کا تعاون آغا شورش کشمیری مولانا تاج محمود اور مولانا محمد شریف جالندھری فرما رہے تھے۔ کتاب کا جو حصہ مکمل ہوتا مولانا مفتی محمود مولانا شاہ احمد نورانی چوہدری ظہور الٰہی پروفیسر غفور احمد سن لیتے ترمیم و اضافہ کے بعد وہ حصہ کتابت کے لیے سید الخطاطین حضرت مولانا سید انور حسین نفیس رقم کے سپرد کر دیا جاتا جو اپنے شاگردوں کی ایک کھیپ سمیت تشریف فرما تھے اور یوں "آناً فاناً" اس کی کتابت ہو جاتی۔

چند دنوں میں "ملت اسلامیہ کا موقف" کے نام سے ایک جاندار کتاب تیار ہوگئی جو حضرت مولانا مفتی محمود نے اسمبلی میں پڑھ کر سنائی (کتاب پر آنے والے تمام مصارف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے فنڈ سے ادا کئے۔

**سب کمیٹی کا قیام:** حکومت اور مجلس عمل نے ایک سب کمیٹی تشکیل دی مجلس عمل کی طرف سے مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، چوہدری ظہور الٰہی، پروفیسر غفور احمد ممبر چنے گئے۔ جبکہ حکومت کی طرف سے مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ (اس وقت وفاقی وزیر قانون) مولانا کوثر نیازی، جناب افضل چیمہ ڈپٹی سپیکر نمائندگی کر رہے تھے ۲۵ اگست کو آنجہانی مرزا ناصر احمد پر ۱۱ روزہ جرح مکمل ہوئی۔ ۶ ستمبر صبح کی نماز کے بعد اہم

این اے سوسائٹی اسلام آباد مولانا مفتی محمودؒ کے گھر مجلس عمل کا اجلاس منعقد ہوا نوابزادہ نصر اللہ خان مولانا تاج محمود اور دیگر رفقاء نے رپورٹ پیش کی کہ فوج کو چوکس کر دیا گیا ہے عین ممکن ہے کہ ۱۹۵۳ء کی طرح تحریک کو کچل دیا جائے۔ آئندہ کے لیے لائحہ عمل مرتب کر لیا جائے۔ جناب چوہدری ظہور الٰہی نے کہا کہ حکومت کسی قسم کی حماقت نہیں کرے گی۔ شرکاء اجلاس نے دلیل مانگی تو چوہدری صاحب نے کہا کہ مسز بندرانائیکے پاکستان کے دورہ پر آئی ہیں اس کے اعزاز میں جو تقریب منعقد ہوئی اس میں مَیں بھی شریک ہوا ڈنر سے فراغت کے بعد میں آنکھ بچا کر نکلنے لگا تو ذوالفقار علی بھٹو نے مجھے دیکھ لیا۔ اور کہا کہ آپ مجھے مل کر جائیں گے۔ ملاقات میں بھٹو نے ذاتی تعلقات اور جلسوں میں حکومت کے خلاف ــــــــ دھواں دھار تقاریر پر شکوہ کیا تو میں نے کہا کہ آپ سے اختلاف اصولی ہے اگر آپ ہمارے مطالبات حل کر دیں تو اختلافات ختم ہو سکتے ہیں اور بھٹو سے کہا کہ آپ ہیرو بن سکتے ہیں بھٹو نے جواباً کہا کہ ہیرو میں اس وقت بن سکتا تھا جب تحریک کا آغاز تھا۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ اب بھی آپ بن سکتے ہیں اس نے کہا کہ یہ مسئلہ فروعی ہے چوہدری صاحب نے کہا کہ مسئلہ ختم نبوت فروعی نہیں بلکہ دین اسلام کی بنیاد و اساس ہے اس سلسلہ میں آپ اپنے معتمد مولانا ظفر احمد انصاری سے تسلی کر سکتے ہیں اس گفتگو کے بعد چوہدری ظہور الٰہی نے کہا مجھے یوں لگ رہا ہے کہ بھٹو ہمارے مطالبات مان لیگا

سب کمیٹی کا اجلاس ۔ سب کمیٹی کے اجلاس میں شرکت سے قبل مولانا مفتی محمود نے مجلس عمل کے قائدین سے فرمایا کہ آپ لوگ پنڈی راجہ بازار میں میٹنگ کریں اور آئندہ کے لائحہ عمل پر غور و فکر کریں۔ میں سب کمیٹی کے اجلاس کی کارروائی سے آپ حضرات کو مطلع رکھونگا چنانچہ سب کمیٹی کا اجلاس شروع ہو گیا۔

مجلس عمل کی میٹنگ: مجلس عمل کے رہنما راولپنڈی آگئے دارالعلوم تعلیم القرآن میں اجلاس شروع ہو گیا مجلس عمل کے لیڈروں نے جان قربان کرنے کا عزم کیا مفتی صاحب نے اطلاع دی کہ حالات پُر امید ہیں۔ ادھر پیرزادہ وزیر اعظم بھٹو کو فون پر مطلع کر رہا تھا بھٹو نے سب کمیٹی کے شرکاء کو ۱۲ بجے رات طلب کر لیا ڈیڑھ بجے تک بھٹو کے ہاں میٹنگ ہوتی رہی مفتی صاحب راجہ بازار تشریف لائے مولانا تاج محمود کے استفسار پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ حالات امید افزا ہیں البتہ بھٹو انتہائی عیار و چالاک آدمی ہے ہماری طرف سے دباؤ جاری رہنا چاہیے مولانا تاج محمود نے مفتی صاحب کی گفتگو حضرت بنوریؒ سے بیان کی حضرت بنوریؒ نے بلند آواز سے الحمد للہ کہا جس سے مجمع سمجھ گیا مولانا مفتی محمود فرما رہے تھے

سب کمیٹی کی میٹنگ میں ہمارا اصرار تھا کہ مرزائیوں کے لیے آئین میں غیر مسلم اقلیت کا لفظ لکھا جائے جب کہ بھٹو صاحب مُصر تھے کہ کافر لکھوا لو مگر غیر مسلم نہ لکھواؤ اس پر کافی بحث و مباحثہ ہوا بالآخر ہم ایک بجے رات غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ صبح ہونے دو پھر دیکھا جائے گا جب ہم دروازے پر آ گئے تو بھٹو نے بھاگ کر ہمیں پکڑ لیا اور کہا کہ جو لفظ آپ چاہیں لکھوا لیں۔ اللہ پاک کے فضل و کرم سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا پہلے ذوالفقار علی بھٹو نے دستخط کئے پھر تمام اراکین اسمبلی نے باری باری دستخط کئے اس طرح متفقہ طور پر قرارداد منظور ہو گئی پہلے اسمبلی نے قرارداد منظور کی پھر سینیٹ نے۔

مولانا مفتی محمود اسمبلی کے اجلاس سے فارغ ہو کر دفتر ختم نبوت میں تشریف لے آئے جہاں شدت سے آپ کا انتظار ہو رہا تھا۔ حضرت بنوریؒ مصلے پر سجدہ ریز تھے اور اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر دعا مانگ رہے تھے آنسوؤں سے آپ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی تھی۔

حضرت مفتی صاحب تشریف لائے اور فرمایا حضرت اللہ پاک کا شکر ہے کہ مطالبہ مان لیا گیا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دے دیئے گئے حضرت بنوریؒ دوبارہ سجدہ ریز ہو گئے اور فرمایا اللہ پاک ہم آپ کا شکر کیسے ادا کریں۔ آپ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے سجدے سے اٹھتے ہوئے فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخرو کیا ہے مرنے کے بعد امیر شریعت سے ملاقات ہوئی تو میں کہہ دونگا کہ آپ کے

باقی صفحہ ۲۴ پر

# قادیانی انہیں اپنا اُستاذ بنانے آئے تھے

مفتی صاحب جب مراد آباد سے فارغ التحصیل ہو کر آئے تو کم از کم دو سال فارغ رہے۔ ان کی فراغت کے زمانے میں گھر کے مالی حالات بہت پریشان کن تھے۔ ان کے بڑے بھائی بیمار تھے اور اہل خانہ پر اکثر فاقے گزرتے تھے۔ مفتی صاحب اس حالت سے سخت دل گرفتہ اور پریشان تھے۔ وہ اپنے گھر والوں پر گزرنے والے فاقے نہیں دیکھ سکتے تھے اور تدریس کے لئے کسی جگہ کے متلاشی تھے۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ ان کے پاس مرزائیوں کے قادیان سے آدمی پہنچے اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے چند بڑے لوگوں سے بھی سفارش کروائی کہ ہم ایک بہت بڑا دینی مدرسہ بنا چکے ہیں۔ اس میں ایک معقولی یعنی منطق و فلسفہ پڑھانے والے استاذ کی ضرورت ہے۔ انہیں شاید مراد آباد وغیرہ سے مفتی صاحب کے معقولی ہونے کا علم ہو چکا تھا۔ اسی لئے وہ ان کے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مفتی صاحب کو سو روپے ماہانہ تنخواہ دینے کی پیشکش کی جو اس وقت کے حساب سے بہت زیادہ تنخواہ تھی اور بہت کم لوگ اتنی تنخواہ پاتے تھے۔ مگر مفتی صاحب نے اپنی اور اپنے اہل خانہ کی انتہائی غربت کے باوجود اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس پیشکش کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں مسلمانوں کے مقابلے میں مرزائیوں کو معقولی بناؤں۔ چند مخلص اور ہمدرد لوگوں اور دوستوں نے سمجھایا کہ ملازمت تو غیر مسلموں کی بھی درست ہے۔ آپ نے پیسے لینے ہیں اور تعلیم دینی ہے۔ کسی مسلمان کو تو مرزائی نہیں بنانا۔ پھر آپکی مجبوری بھی ہے کہ آپ اس ملازمت کو قبول کر لیں۔ مگر مفتی صاحب انکار پر ڈٹے رہے آخر کار وہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

# صدر مملکت کے نام کھلا خط

بخدمت عالی جناب خان غلام اسحاق خاں صاحب، صدر مملکت اسلامیہ جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف

آپ کی توجہ ایک اہم حساس قومی مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جس کی نوعیت اس بات کی متقاضی ہے کہ آنجناب پہلی فرصت میں اس کی طرف توجہ فرمائیں

(۱) فوج میں ایسے تین اشخاص کو میجر جنرل کے عہدہ پر ترقی دی گئی جو مبینہ طور پر بدترین جنونی قادیانی ہیں۔ ان میں سے ایک میجر جنرل نصیر قادیانی ہے جو آرڈیننس کور کا سربراہ ہے۔ تینوں مسلح افواج کے لیے اسلحہ کی خریداری وغیرہ ایسے شعبہ کا اسے سربراہ مقرر کرنا یہ اتنا خطرناک امر ہے جس کے تصور سے روح کانپ جاتی ہے کیونکہ

(الف) قادیانیت کا مولد بھارت (قادیان) اور اسرائیل میں ان کا مشن آج بھی موجود ہے

(ب) قادیانی عقیدۃً جہاد کے منکر ہیں۔

(ج) ہر قادیانی کے لیے عقیدۃً اکھنڈ بھارت کی خاطر کاوش کرنا ضروری ہے یہ ان کے خلیفہ (نام نہاد) کا حکم ہے۔

(د) قادیانی عقیدۃً اپنے خلیفہ (نام نہاد) کے حکم کے پابند ہیں

(ہ) مرزا طاہر کو پچھلے سال بھارتی حکومت نے اپنا مہمان بنا کر بلایا اور اسے پروٹوکول دیا گیا بھارت کا ٹی وی ان کی کوریج کے لیے وقف رہا اور اب پھر مرزا طاہر دسمبر میں بھارت جا رہا ہے اور پاکستان سے آنجناب کی حکومت قادیانیوں کو بھیجنے کا حسب سابق اہتمام کرے گی۔

(۲) آپ کی سرپرستی میں چلنے والے ہسپتال الشفا راولپنڈی میں جنرل (ریٹائرڈ) محمود الحسن، میجر جنرل نسیم کرنل منیر رشید، نصر اللہ قادیانی جو ایسے گل کھلا رہے ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہ ہوں گے۔

(۳) پاکستان میں شمسی توانائی کے منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز قادیانی خاتون نے جو سازش کی اور کروڑوں کا ملکت کو نقصان پہنچایا وہ آنجناب کے علم میں ہوگا۔ (اخبار کا کٹنگ لف ہذا ہے)

(۴) الجیریا، ترکی، جاپان، رومانیہ میں پاکستان کے سفیر قادیانی تعینات کر دیئے گئے ہیں یونیسکو میں پاکستان کی نمائندگی کے لیے باسط نامی قادیانی پر نظر انتخاب پڑی۔

(۵) واپڈا تھرمل پاور ہاؤس مظفر گڑھ کا محمود مجیب اصغر ۔E۔۸ بدترین منصب جنونی قادیانی ہے اور حکومتی عہدہ کے کندھوں پر مرزائیت کی گاؤں گاؤں تبلیغ کر رہا ہے

(۶) قومی شناختی کارڈ میں خانہ مذہب کے اضافہ کے لیے آپ سے وفد ملا آپ نے وعدہ فرمایا اور پھر کیبنٹ نے اس منصوبہ کا بغیر خانہ مذہب کی ابتدا کے آپ نے افتتاح فرمایا۔

(الف) آپ کی ہدایات (ب) وزارت مذہبی امور کی رپورٹ (ج) نظریاتی کونسل کی سفارش (د) چاروں صوبائی حکومتوں کا اس تجویز سے اتفاق (ح) وزارت داخلہ و قانون کا سمری تیار کر کے بھیجنا اور وزیراعظم کا اسے تاخیری حربوں سے جان بوجھ کر غتربود بنانا یہ وہ امور ہیں جن پر دل خون کے آنسو روتا ہے دینی جماعتوں میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے اس کے لیے تمام دینی جماعتوں کا ۲۰ ستمبر ۱۹۹۲ء کو لاہور میں اجلاس تھا جس میں ۱۴ اکتوبر کو اسلام آباد میں احتجاجی مظاہرہ کرنے کا فیصلہ ہوا۔ (اخبارات کے تراشے لف ہیں)

آنجناب سے توقع گزار ہوں کہ ان مسائل کے حل کے لیے توجہ فرمائیں گے۔

فقیر خان محمد

صدر آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان

# چیف آف آرمی اسٹاف کے نام کھلا خط

بخدمت عالیجناب جنرل آصف نواز صاحب چیف آف آرمی اسٹاف

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج شریف

آپ کی توجہ ایک ایسے حساس مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جس کا تعلق مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدات سے ہے کرم ہوگا کہ اسے فوری وقت دیکر ممنون احسان فرمائیں

(الف) قادیانی جماعت کا مولد بھارت (قادیان) اور مشن اسرائیل میں بھی ہے

(ب) گذشتہ تین چار ماہ کے دورانیہ کے اخبارات گواہ ہیں کہ اسرائیل کے جاسوس بھارت کے راستہ کشمیر میں داخل ہو گئے اور یہ کروہ کھوٹ پر نظر بد رکھے ہوئے ہیں۔

(ج) قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا طاہر پچھلے سال دسمبر میں بھارت کی دعوت پر بھارت آیا۔ انڈیا کے ٹی وی نے اسے خوب اچھالا اور پاکستان سے جانے والے قادیانیوں کی وہاں ذہن سازی کی گئی۔

(د) بھارتی حکومت سکھوں کے ہاتھوں جن مشکلات سے دوچار ہے۔ بعینہ اسی طرح وہ قادیانیوں کے ہاتھوں پاکستان گورنمنٹ کو مشکلات سے دوچار کرنے کے درپے ہے

(ھ) ہر قادیانی عقیدۃً اپنے خلیفہ (نام نہاد) کے حکم کا پابند ہے

(و) قادیانی عقیدۃً اکھنڈ بھارت کے حامی ہیں

(ز) ۶۵ و ۷۱ء کی جنگوں میں قادیانی سازشوں کے لیے آغا شورش کی کتاب عجمی اسرائیل آپ کی نظروں سے اوجھل نہ ہوگی۔

(ح) سقوط ڈھاکہ میں ایم ایم احمد قادیانی کے مکروہ کردار پر حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کے مندرجات شاہد عدل ہیں اس نے منصوبہ بندی کے چیئرمین ہوتے ہوئے پاک فوج کو جو ننگڑیں پیرکے لگائے اس سے کون واقف نہیں۔ ان شواہدات کے ہوتے ہوئے

(۱) حالیہ ترقیوں میں تین ایسے اشخاص کو ترقی دیکر میجر جنرل بنادیا گیا جو مبینہ طور پر قادیانی ہیں۔ ان میں میجر جنرل نصیر ایسا جنونی قادیانی ہے جو اپنے قیام گوجرانوالہ چھاؤنی کے دوران ۷۴ء کی تحریک میں گوجرانوالہ میں کرنیو لگا کر تحریک کو کچلنے کے لیے ماہی بے آب کی طرح بے تاب تھا۔ اس پر مختلف مکاتب فکر کے جلیل القدر علماء کی شہادتیں پیش کی جاسکتی ہیں

اس نے اپنے قیام مری کے دوران میں قادیانی عبادت گاہ بنوائی اس پر جھگڑا ہوا اور اس کے اس اقدام سے پاک فوج کی بدنامی ہوئی اسے ترقی دے کر اب آرڈیننس کور کا سربراہ بنادیا گیا ہے خدا گواہ ہے کہ اس کے تصور سے ہی روح کانپتی ہے کہ تینوں افواج کے لیے اسلحہ کی فراہمی ذمہ داری ایک قادیانی میجر جنرل کے سپرد ہے۔

(۲) ایک میجر جنرل جہانگیر نصر اللہ کو ڈائریکٹر جنرل شعبہ تعلقات عامہ جی۔ ایچ کیو میں مقرر کیا گیا ہے یہ بھی مبینہ طور پر قادیانی ہے۔

(۳) میجر جنرل اعجاز امجد کو ڈائریکٹر جنرل پبلیکیشن جی۔ ایچ کیو میں لگایا ہوا ہے کیا یہ صحیح نہیں کہ یہ بھی بدنصیبی سے قادیانی ہے

(۴) ریٹائرڈ جنرل محمود الحسن کو اب بھی اعزازی و عارضی طور پر آرمی کالج راولپنڈی میں لیکچر کے لیے بلانے کی آپ نے رعایت دے رکھی ہے حالانکہ اس سے اعلیٰ تعلیم یافتہ تجربہ کار پروفیسروں کی مسلمانوں میں کمی نہیں ہے مگر اس کے باوجود ایک قادیانی کو آرمی کالج سے بلاوجہ نتھی کیا ہوا ہے اور اسے موقع فراہم کیا کہ وہ قادیانیت کی ترویج کے لیے فوج کے دوائر میں سازشوں کے جال بچھا سکے۔

(۵) آپ کے علم میں ہوگا کہ انفارآ فی ہسپتال ٹرسٹ راولپنڈی کو اس وقت قادیانیوں نے اس طرح اپنے گھیرا میں لے رکھا ہے جیسے شکاری شکار کو اور اسے اس طرح نوچتا ہے جیسے گدھیں مردار کو۔ قادیانی ریٹائرڈ جنرل محمود الحسن کو ایگزیکٹو کی اعلیٰ کمیٹی کا سربراہ بنا رکھا ہے میجر جنرل نسیم قادیانی جو ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں آئی سپیشلسٹ ہے وہ النفار کی ایک کمیٹی کا ممبر ہے بھرتی وغیرہ اور انتظامیہ کے اختیارات کرنل مرزا احمد قادیانی کے سپرد ہیں میجر جنرل نسیم قادیانی کے ذریعہ کروڑوں کا مال منگوایا گیا اس میں قادیانیوں نے کیا گل کھلائے ہوں گے۔ وہ آسانی سے سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ اور اب رشید احمد قادیانی کا بھی پی آر او بنا ہوا ہے

اوراس رشید قادیانی کے بھانجے کو جیٹوں کا ٹھیکہ دیا گیا ہے نیز وکر نصراللہ تعلقات عامہ کا بھی قادیانی ہے ۔

(۲) ملک عزیز کی پاک افواج میں ۲۲۸ قادیانی اعلیٰ عہدوں پر ہیں یہ بات قومی اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے ان تمام اطلاعات ( خدا کرے کہ یہ غلط ہوں کے پیش نظر آپ سے استدعا ہے کہ خدا را قادیانیوں کی اندھیر نگری کو روکیے اگر یہ اس طرح آگے بڑھتے رہے تو پاکستان کو مار آستین کی طرح ایسا مزید ڈنگ ماریں گے کہ اس کی زہرناکیوں سے پوری قوم بلبلا اٹھے گی ان کی آپ روک تھام کر سکتے ہیں ان قادیانیوں کو جو عقیدۃً جہاد کے منکر ہیں پاک فوج کے اعلیٰ عہدوں پر براجمان دیکھنے دینا ( جہاد کا پہلے ایسے تھا ) آنجناب کے لیے ضروری ہے خدا نہ کرے اگر ضروری ، مارچ کی ترقیوں میں کسی قادیانی میجر جنرل کو لیفٹیننٹ جنرل بنا دیا جاتا ہے اور پھر آئندہ چل کر وہ جنرل بنتا ہے تو ذرا سوچئے کہ پھر پاک فوج پر قادیانیوں کے قابض ہونے میں کیا کسر رہ جائے گی یہ وہ روح فرسا حالات و واقعات ہیں جو بلا کم و کاست آپ کی خدمت میں عرض کر دیئے ہیں ان کی طرف توجہ فرمانا ضروری ہے ۔

ہم لوگ ختم نبوت کے مقدس کاز پر کام کرتے ہیں ہمارے بس سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں سوا کہ آپ ایسے ملک عزیز کے اہم ترین شخصیات اور سر پر درد دل رکھنے والے محب وطن پاسی کو یہ بتائیں کہ قادیانی کیا کر رہے ہیں ۔ اسے چارہ گر دوں اسکا بھی کچھ علاج ہے

آپ کا مخلص عزیز الرحمٰن جالندھری
ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان

---

# مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

## اپنے دور کے سعید ابن جبیر

زندگی کی تمام علامتیں ختم ہو چکی تھیں ، وقفہ وقفہ سے دو چار ہچکیاں لیں اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) — [heading lettering partly illegible: "...خالق حقیقی سے ملاقات کے لئے روانہ ہو گئے"]

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہٗ

حق تعالیٰ شانہٗ کے لطف و کرم اور اس کی قدرت کاملہ کا تماشا دیکھو کہ تھانہ بھون کے ایک شیخ زادے کو اٹھاتے ہیں اور اسے عرب و عجم کا شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بنا دیتے ہیں۔ گنگوہ کے ایک انصاری خاندان کے ایک فرد پر نظر عنایت ہوتی ہے، اسے قطبیت کبریٰ کے مقام پر فائز کر کے امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی بنا دیا جاتا ہے۔ کشمیر کی سنگلاخ زمین سے ایک گمنام خاندان کے ایک فرد کو لایا جاتا ہے۔ اور علوم نبوت کا پورا کتب خانہ اس کے سینے میں انڈیل کر امام العصر مولانا محمد انور شاہ بنا دیا جاتا ہے۔ گوجرانوالہ کے ایک گاؤں سے ایک نومسلم کو لاتے ہیں اور اسے ولایت کبریٰ اور مقام صدیقیت پر فائز کر کے شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری بنا دیتے ہیں۔ اور ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک غیر معروف قصبے سے ایک فرد کو کھینچتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے عالم، حافظ، قاری، فقیہ، مفتی، محدث، متکلم اور پھر وزیر اعلیٰ سے لے کر قائد حزب اختلاف تک بنا دیتے ہیں۔ اس صدی اور گزشتہ صدیوں کے اکابر کے ابتدائی حالات کا مشاہدہ کیجئے تو بظاہر اسباب کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نونہال کا سایہ ایک عالم پر محیط ہو گا۔ اس سے واضح ہے کہ مشیت الٰہی حفظ دین اور پاسبانی ملت کا انتظام ظاہری اسباب سے بالاتر کرتی ہے۔ اور لطف الٰہی خود ایسے افراد انتخاب کرتا ہے جن سے دین قیم کی خدمت کا کام لیا جائے۔

حضرت اقدس مفتی محمودؒ صاحب حرمین شریفین کے لئے عازم سفر تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ اپنی علالت اور ضعف و ناتوانی کے علی الرغم چودھویں صدی کے آخری حج میں شرکت کریں۔ اور خانہ کعبہ جا کر بارگاہ ذوالجلال میں بصد عجز و نیاز یہ التجا کریں کہ پوری صدی میں امت سے جو کوتاہیاں، جو لغزشیں اور جو تقصیریں ہوئی ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت بے پایاں اور اپنے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے امت کے پوری صدی کے گناہوں کو معاف کر دیں۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کی مشیت تکوینیہ چاہتی تھی کہ مفتی محمود کے اس حسن اخلاص اور حسن نیت کی وجہ سے اس صدی کا خاتمہ "محمود" پر کر دیا جائے۔

کہ الٰہی عاقبت "محمود" گرداں۔

اس لئے حرمین شریفین کے لئے پرواز سے ٹھیک ۲۴ گھنٹے پہلے ان کی بے تاب و بے چین روح اس صدی کے مسلمانوں کی سفارش لے کر سیدھی بارگاہ ذوالجلال میں پہنچ گئی۔ یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔

حضرت مفتی صاحبؒ ۱۱ اکتوبر، یکم ذوالحجہ کو بروز ہفتہ کراچی پہنچے۔ ۱۵ اکتوبر، ۵ ذوالحجہ کی پرواز میں ان کی نشست مخصوص ہو چکی تھی۔ دن کو بیشتر قیام یہاں جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہمان خانہ میں رہتا تھا اور رات کو اپنے مخلص دوست جناب حاجی محمد حنیف صاحب کے یہاں پی، ای، سی، ایچ سوسائٹی تشریف لے جاتے تھے۔

۱۴ اکتوبر، ۴ ذوالحجہ کو بروز دوشنبہ صبح غسل فرمایا۔ اور مکان پر بعض سیاسی رفقاء سے ملاقات فرمائی۔

۱۱ بجے کے قریب مدرسہ تشریف لائے۔ آج حضرت مفتی صاحبؒ معمول سے زیادہ ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کے یاد فرمانے پر جناب مولانا محمد رفیع عثمانی مہتمم دارالعلوم کراچی اور جناب مولانا محمد تقی عثمانی قانون زکوٰۃ کے بعض پہلوؤں پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لائے۔ قریباً ساڑھے بارہ بجے رفیق محترم جناب مولانا محمد جمیل خاں صاحب راقم الحروف کو باصرار مفتی صاحبؒ کی خدمت میں لے گئے۔ اس ناکارہ کو ان حضرات کی تشریف آوری کا علم نہیں تھا۔ اور نہ موضوع گفتگو کے بارے میں کچھ خبر تھی۔ اس وقت مجلس میں یہ حضرات موجود تھے۔ جناب مولانا طاسین صاحب مجلس علمی کراچی۔ مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ۔ مولانا محمد رفیع عثمانی۔ مولانا محمد تقی عثمانی۔ صاحبزادہ مولوی محمد بنوری اور مولانا محمد جمیل خاں۔ تھوڑی دیر میں جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر بھی تشریف لے آئے۔ (بعد میں معلوم ہوا کہ ان کو بھی حضرت مفتی صاحبؒ نے بطور خاص یاد فرمایا تھا) کوئی پندرہ بیس منٹ تک لطف و مزاح کی باتیں ہوتی رہیں۔ اسی دوران چائے آئی تو صاحبزادہ مولانا محمد رفیع عثمانی اور صاحبزادہ مولانا تقی عثمانی نے چائے سے معذرت کی اور ٹھنڈا مشروب نوش فرمایا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں خود چائے پیتا ہوں، مگر جو حضرات نہیں پیتے ان کو بہت اچھا سمجھتا ہوں۔ جناب مولانا محمد تقی صاحب نے پان کے بٹوے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت! ہمارے ساتھ تو یہ علت لگی ہوئی ہے۔ فرمایا یہ اس سے بدتر ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے چائے کی پیالی نوش فرمائی تو مولانا محمد تقی صاحب نے پان پیش کیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے قبول فرما لیا۔ ادھر مولانا محمد طاسین صاحب نے دریافت کیا کہ نماز کس وقت ہوگی۔ ڈیڑھ بجے کا وقت بتایا گیا تو حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا: پھر میرا خیال ہے کہ تھوڑی سی گفتگو نماز سے پہلے ہو جائے۔ پان بمشکل ایک دو منٹ منہ میں رہا ہوگا کہ اگالدان میں ڈال دیا۔ خوب کلی کی اور فرمایا: اس وقت ہماری گفتگو خالص شرعی نقطۂ نظر سے ہے۔ کوئی سیاسی ذہن یا تعصب اس میں کارفرما نہیں ہونا چاہئے اور میں اپنی ذات کے بارے میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے اپنی غلطی معلوم ہوگئی تو میں اس سے رجوع کر لوں گا۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ آپ حضرات نے میرے فتوے کا جواب لکھا ہے گو اس میں صراحۃً میری تردید نہیں کی گئی۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے فتوے کا جواب ہے۔ مجھے آپ حضرات پر تین اعتراض ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے پہلے نکتے کی تشریح بیان فرمانی شروع کی۔ ان کی تقریر بڑے ربط و تسلسل سے جاری تھی۔ اس ناکارہ کو حضرت مفتی صاحبؒ کی گفتگو سننے کا موقع پہلے بھی کئی بار ملا۔ لیکن جس حاضر دماغی، جس ربط و سلیقہ اور جس حسن استدلال سے وہ آج اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر رہے تھے۔ اس کا تجربہ پہلے نہیں ہوا تھا۔ قریباً دس منٹ وہ اس نکتہ پر تقریر فرما رہے۔ درمیان میں نہ کوئی حشو و زائد لفظ آیا۔ نہ کسی لفظ پر اٹکن یا لکنت محسوس

## تم اسے نہیں جانتے

شاہ جی نے کہا ——! ایک بار میں اور میرے ساتھی بھی شاہ جی سے ملنے گئے۔ اس وقت ان کے پاس دوسرے لوگوں کے علاوہ مولوی محمود صاحب بھی بیٹھے تھے اور کوئی علمی موضوع چل رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد مولوی محمود صاحب نے شاہ جی سے جانے کی اجازت لی اور چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد شاہ جی نے حاضرین مجلس سے پوچھا، آپ انہیں جانتے ہیں؟ ایک صاحب ان کا اشارہ سمجھ کر بولے جی ہاں! یہ مدرسہ قاسم العلوم کے استاد مولوی محمود صاحب ہیں۔ شاہ جی نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا نہیں! تم اسے نہیں جانتے کہ یہ کون ہے؟ حاضرین مجلس کو گمان ہوا کہ شاہ جی مولوی محمود صاحب کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتے ہیں اس لیے ایک ساتھ کئی حضرات بولے کہ یہ مولوی محمود صاحب ہی ہیں، فرمائیے کیا بات ہے؟ شاہ جی نے دوبارہ سوال دہرایا۔ تم اسے جانتے ہو؟ پھر خود ہی فرمایا نہیں! تم نہیں جانتے یہ کون ہے۔ ہائے اس قوم کی بدقسمتی اور اس شخص کی بدبختی! ان کی اس بات پر تمام لوگ حیران ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔ سب کو یقین ہو گیا کہ مولوی محمود صاحب کے متعلق وہ کوئی بڑی اہم بات جانتے ہیں ایسی بات جسے دوسرے لوگ نہیں جانتے۔ شاہ جی ایک قلندر آدمی تھے۔ کبھی کبھی ترنگ میں آ کر ایسی بات کہہ جاتے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوتی تھی اور کچھ روز بعد ان کی کہی بات سامنے آ جاتی تھی۔ ایک بار فرمایا کہ میں پیشگوئیاں نہیں کیا کرتا۔ لیکن اگر کوئی پیشگوئی کر دوں تو مرزا قادیانی کی پیشگوئیوں کی طرح نقش برآب ثابت نہیں ہوگی۔ تم میری یہ پیشگوئی لکھ لو کہ مرزا غلام احمد کا خاندان نہیں چلے گا۔ تم اپنی آنکھوں سے ایک دن اس خانہ ساز نبوت کو دم توڑتے دیکھو گے۔ اس کے آقا اس کے لیے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ اس کے پیروکار بے یار و مددگار ہو کر پناہ گاہیں تلاش کریں گے لیکن ان کے پناہ گاہ بھی ان کے لیے ایک جال بن جائیں گے۔ وہ ان کے لیے جو کچھ کریں گے اس کا نتیجہ ان کی کوشش سے برعکس ہوگا۔ مت بھولو کہ قدرت کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی

اس مجلس میں جب شاہ جی نے اپنے مخصوص قلندرانہ انداز میں کہا: ہائے! اس قوم کی بدقسمتی اور اس شخص کی بدقسمتی! تو حاضرین حیران شاہ جی کا منہ دیکھنے لگے۔ ہر شخص ایک سوالیہ نشان بن کر سوچنے لگا کہ خدا جانے شاہ جی اس کے بعد کیا فرماتے ہیں؟ پھر شاہ جی کے چہرے پر تفکرات کے آثار ظاہر ہونے لگے، وہ دیر تک خاموش، گم صم اور کھوئے سے رہے۔ پھر حاضرین پر ایک نظر ڈال کر فرمایا: تم نہیں جانتے مولوی محمود کون ہے یہ بڑا قیمتی آدمی ہے۔ یہ شخص ہمارے دور کا انسان تھا اس دور میں پیدا ہو گیا، یہی اس کی بدقسمتی ہے۔ ہم خوش قسمت تھے کہ اس دور میں پیدا ہوئے جب اچھے لوگوں کی کمی نہیں تھی۔ ہمیں اچھے ساتھی میسر آ گئے۔ اب جو دور آ رہا ہے اس میں اچھے لوگ مفقود ہیں۔

جو بادہ خوار پرانے تھے اٹھتے جاتے ہیں

خدا جانے اس شخص کو اچھے رفقاء میسر آئیں نہ آئیں۔ قدرت نے اسے کسی بڑے کام کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ اسی سانچے میں ڈھلا ہوا انسان ہے جس میں بڑے لوگ ڈھلا کرتے تھے مگر اب تو وہ سانچہ ہی ٹوٹ گیا۔ اب بڑے لوگ پیدا نہیں ہوتے۔ نہ جانے اس شخص کے چہرے پر مجھے مستقبل کا نوشتہ کیسے نظر آ رہا ہے! پھر شاہ جی ایک شخص کی طرف دیکھتے ہوئے مخاطب ہوئے: میرے بھائی! یہ اس دور کا انسان نہیں، خدا اس کی حفاظت کرے۔ تم لوگ بھی اس شخص کا خیال رکھو، یہ محروم بھی یقیناً کوئی سوغات تراشے گا۔

ہمارے دل میں تو پہلے ہی مولوی محمود صاحب کا احترام بدرجہ اتم موجود تھا۔ اب شاہ جی کی باتوں کے بعد یہ احترام مزید بڑھ گیا۔ میں ۱۹۵۰ء میں درس نظامی سے فارغ ہو گیا لیکن مفتی محمود صاحب سے راہ و رسم برقرار رکھی اب وہ مولوی محمود سے مفتی محمود بن چکے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے عروج و ترقی کی منازل طے کیں۔ میں نے فراغت کے بعد تبلیغ دین کے محاذ پر کام شروع کر دیا تھا۔ وہ اس میدان میں میری اکثر رہنمائی فرماتے تھے۔ میں نے ان کے حریفوں اور حلیفوں کو بھی دیکھا۔ ان کی سیاست و للہیت دونوں کے لیے قابل رشک تھی۔

ہوئی۔ وہ پہلے ہچکی کی تشریح مکمل کر چکے تھے۔ یا اس سلسلے میں ابھی کچھ اور وضاحت فرمانا چاہتے تھے کہ فقرہ مکمل کر کے ایک لمحہ کے لئے خاموش ہوئے بایاں ہاتھ پیشانی پر رکھا اور یکایک بائیں پہلو کی طرف مائل پیچھے کو گر گئے۔ اس جانب جناب صاحبزادہ مولوی محمد بنوری بیٹھے تھے۔ ان کی گود میں آ رہے۔ آج تک کسی کو اتنی آسانی سے مرتے نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے کسی کو وہم بھی نہ ہوا کہ حضرت مفتی صاحبؒ زبان حال سے۔ لست علی صحبتکم بحریص و سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے تاریخی فقرے کی طرف اشارہ ہے۔ اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے گورنروں اور فوجی حکام کے نام ایک گشتی فرمان لکھا تھا کہ اسلام کے کچھ شرائط اور ارکان ہیں۔ زندہ رہا تو تمہارے سامنے ان کی تشریح کروں گا۔ لیکن اگر میرا وقت موعود آپہنچا تو میں تمہارے پاس رہنے کا خواہشمند بھی نہیں ہوں) کہتے ہوئے ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہیں۔ ہم سب یہی سمجھے کہ دل کے دورہ کی وجہ سے سکتہ کی سی بیہوشی ہو گئی ہے۔ اس لئے مولانا محمد طاسین صاحب نے منہ میں پانی ڈالا۔ راقم الحروف نے زور سے مقام قلب کو مسلنا شروع کیا۔ ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب اور مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے پاؤں کی مالش شروع کر دی۔ مولانا محمد رفیع عثمانی نے زبان کے نیچے وہ دوائی رکھی جو شدید دورۂ قلب میں دی جاتی ہے۔ مولانا تقی عثمانی، مولانا محمد بنوری اور مولانا محمد جمیل خان ڈاکٹروں کی طرف دوڑے مگر وہاں کیا رکھا تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے وقفہ وقفہ سے دو چار ہچکیاں لیں اور ابدی نیند سو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ راقم الحروف نے مصنوعی دانت اپنے ہاتھ سے نکالے۔ اور آنکھوں پر سے چشمہ اتارا۔ زندگی کی تمام علامتیں ختم ہو چکی تھیں اور یقین آچکا تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی روح پرواز کر چکی ہے۔ لیکن ان کے معالج ڈاکٹروں کا اصرار تھا کہ انہیں ہسپتال ضرور لایا جائے چنانچہ ہسپتال لے گئے اور آدھ گھنٹے تک نظام تنفس جاری کرنے کی کوشش کی گئی۔ بالآخر اشکبار آنکھوں سے جناب ڈاکٹر اسلم صاحب اور ان کے رفقاء نے موت کی تصدیق کر دی۔

یوں تو موت سنت بنی آدم ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں۔ یہاں جو بھی آیا، جانے کے لئے ہی آیا۔ لیکن بعض حضرات کی زندگی کی طرح ان کی موت بھی لائق رشک ہوتی ہے حضرت مفتی صاحبؒ کی موت کئی لحاظ سے حسن خاتمہ کی علامت ہے۔ ایک تو وہ سفر میں تھے۔ اور سفر میں مومن کی موت معنوی شہادت ہے۔ پھر یہ سفر بھی سفر حج تھا۔ گویا یہ موت فی سبیل اللہ تھی۔ پھر ایک دینی و شرعی مسئلے کی وضاحت و تشریح کرتے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ دینی مسائل کا مذاکرہ ذکر الٰہی کی ایک فرد ہے۔ پس ان کا خاتمہ ذکر الٰہی پر ہوا اور مفتی کی حیثیت سے جو خدمت حق تعالیٰ نے ان کو تفویض فرمائی آخری لمحہ تک اس میں مشغول رہے۔ پھر ان کی طائر روح نے جس سرعت سے پرواز کی وہ بجائے خود ایک حیرت انگیز امر ہے۔ راقم الحروف کا احساس یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ جب فقرہ پورا کر کے خاموش ہوئے اسی لمحہ بیٹھے بیٹھے انکی روح پرواز کر گئی۔ اتنی آسانی سے روح کا قبض ہو جانا اس ناکارہ کے لئے بالکل ہی نیا مشاہدہ تھا کہ نہ موت سے پہلے کسی تکلیف کی شکایت۔ نہ کسی درد و کرب کا اظہار۔ شیخ عطارؒ کے درویش کا واقعہ کتابوں میں پڑھا سنا تھا کہ ان کی دہلیز پر سر رکھ کر لیٹ گئے اور کہا کہ جاری روح تو قبض ہو جائے گی۔ مگر اس کا چشم دید مشاہدہ حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال سے ہوا کہ مرنے والے یوں بھی مر کر دکھا دیا کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ نے کسی کی موت کے لئے جو وقت مقدر فرما رکھا ہے۔ موت ٹھیک اسی وقت مقررہ پر آتی ہے۔ اس میں ایک لمحہ کی تقدیم اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔ اور یہ حق تعالیٰ شانہ کے علم میں ہے کہ کسی کی موت کے لئے کون سا وقت موزوں ہے۔ اس لئے کسی کی موت کو "بے وقت کی موت" کہنا بڑا ہی غلط اور جاہلانہ محاورہ ہے۔ اور یہ گویا حق تعالیٰ شانہ کے فعل پر اعتراض ہے۔ مومن کی شان تو یہ ہونی چاہئے جس کی تعلیم ایک دعا کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فرمائی ہے:

"اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک آپ کے علم میں زندگی میرے لئے بہتر ہو۔ اور مجھے وفات دے جب آپ کے علم میں وفات بہتر ہے"۔

اس لئے عقلی و ایمانی حیثیت سے مومن کا اس بات کا پورا اطمینان ہونا چاہئے کہ جس شخص کے حق میں موت کا جو وقت مقرر ہے وہی اس کے لئے خیر ہے۔ اور بلاشبہ بحالت ایمان کسی شخص کا اس دنیا سے رخصت ہو جانا اس کے حق میں بڑی نعمت ہے۔ اور دنیا کی ساری لذتیں اور نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ تاہم دنیا سے جانے والے حضرات کی جدائی سے جو خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس پر رنج و غم اور حسرت و قلق کا ہونا ایک طبعی چیز ہے۔ خصوصاً اگر رخصت ہونے والے حضرات کا وجود دنیا کے لئے باعث رحمت ہو اور ان کی ذات سے دینی خدمات وابستہ ہوں تو ان کا صدمہ ایک عالَم کی بے کسی و محرومی اور یتیمی کا موجب بن جاتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ۹۵ھ میں حجاج کے دست جفا سے شہید ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں ان کے بارے میں حضرت میمون بن مہران کا قول نقل کیا ہے۔ "سعید بن جبیرؒ کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو"۔ نیز امام احمد حنبلؒ کا ارشاد نقل کیا ہے:

"سعید بن جبیرؒ اس وقت شہید ہوئے جبکہ روئے زمین کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

پاکستان کی حد تک یہ فقرہ حضرت مفتی صاحبؒ پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل علم ان کے علم و فقہ کے محتاج تھے۔ اہل دانش کو ان کے فہم و تدبر کی احتیاج تھی اور اہل سیاست ان کی قیادت و زعامت کے حاجتمند تھے۔ الغرض ان کی وفات بیک وقت علم و دانش، فقہ و حدیث، سیاست و قیادت، علم و تدبر، شجاعت و بسالت اور شہامت و زعامت کا ماتم ہے۔ ان کی تنہا ذات سے دین اور خیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی ان کے خلا کو پر کرنے سے قاصر رہے گی۔

فکر و عزیمت کی بلندی حق تعالیٰ شانہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن جو حضرات اس نعمت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ قوت برداشت اور صبر و تحمل کے باوجود یہ ان کے لئے امتحان و آزمائش اور عظیم ترین مجاہدہ بن جاتی ہے۔ ابنائے زمانہ ان کی اس بلندی کا ساتھ دینے سے قاصر رہتے ہیں اور ان حضرات کے لئے ابنائے زمانہ کی پست سطح پر اترنا ممکن نہیں رہتا۔ یہی کشمکش ان کے لئے صبر آزما مجاہدہ ثابت

باقی صفحہ ۲۰ پر

# کون سا محمود

قلم اٹھایا ہے تو حیران ہوں کہ لکھوں تو کیا لکھوں اور لکھوں تو کس کی داستان لکھوں اگر "عابد" محمود پر لکھوں تو ان کا ڈرامہ تو پہلے ہی لکھا جا چکا ہے۔

"بہت طویل سفر کے بعد رات گئے بھی اور صبح عین فجر کے وقت بھی انہیں مصلے پر اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتے دیکھا۔"

اگر "مدرس" محمود پر قلم چلاؤں تو مولانا حامد میاں لکھ چکے ہیں۔

"مفتی صاحب کے آخری دور کی سیاسی شہرت سے خیال آتا ہے کہ وہ ایک سیاسی ~~لیڈر تھے حدیث تفسیر فقہ کے علاوہ~~ لیڈر ہی تھے، حالانکہ وہ بہت بڑے مدرس بھی تھے حدیث تفسیر فقہ کے علاوہ کلیات فلسفہ اور منطق کے قابل ترین استاذ تھے۔"

اگر مفتی محمود کی داستان چھیڑوں تو یہی حامد میاں یہ بھی لکھ چکے ہیں۔

"مدرسہ قاسم العلوم میں ان کے ہاتھ سے بیس ہزار سے زائد فتوے تحریر ہوئے۔"

اگر "اصول کے پابند" محمود کا حال بیان کروں تو نوابزادہ نصراللہ خان کہہ رہے ہیں۔

"وہ ہمیشہ اس موقف پر قائم رہے کہ جب تک مفاہمت نہیں ہو سکتی حتی کہ عالم اسلام کی ایک شخصیت نے بھی اس سلسلے میں مفتی صاحب سے رابطہ قائم کیا مگر انہوں نے اصول پر سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا یہ وہ اٹوٹ اصول تھے جن پر مفتی صاحب اپنی زندگی کے آخری سانس تک قائم رہے۔"

اگر سیاست کے "کھرے" محمود کا ذکر کروں تو خان عبدالولی خان سبقت لیے ہوئے نکلتے ہیں۔

"انہوں نے کہا یہ تو انہوں نے صوبائی حقوق پر ڈاکہ ڈالا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اب مجھے وزارت اعلیٰ سے استعفیٰ دے دینا چاہیے۔ ان کا سیاسی مسلک اور سوچ اتنی واضح اور صاف تھی کہ اس فیصلے تک پہنچنے میں دو منٹ بھی نہیں لگے وہیں بیٹھے بیٹھے اپنا استعفیٰ لکھا اور وزارت اعلیٰ کو ٹھوکر مار کر حکومت سے الگ ہو گئے۔"

اگر "وزیر اعلیٰ" محمود کو قرطاس پر اتاروں تو پروفیسر غفور لکھ رہے ہیں۔

"انہوں نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ مدرسے کا پڑھا ہوا ایک مولوی بھی بہترین ایڈمنسٹریٹر بن سکتا ہے۔"

## پریس کانفرنس

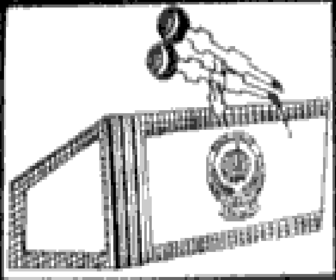

رعایت اللہ فاروقی

اگر "وفادار" محمود کو قلم کی نوک پر لاؤں تو سردار عبدالقیوم بتا رہے ہیں۔

"جب ایک صوبے میں بھٹو صاحب نے حکومت توڑ دی ہے تو اس بات کا کوئی جواز نہیں کہ میں صرف بھٹو صاحب کی خواہش پر حکومت کروں میں نے پوچھا کیا نیپ و جمعیت کے درمیان ہونے والے معاہدے میں یہ شرط شامل ہے؟ اس پر مفتی صاحب نے فرمایا ہمارے معاہدے میں شرط شامل ہو نہ ہو شریعت میں تو یہ بات موجود ہے کہ اپنوں سے بے وفائی نہ کی جائے، یہ لوگ آخر مجھ سے کیوں یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں وزارت کی خاطر اپنے دوستوں کو مجبور و تنہا چھوڑ دوں ایسا نہیں ہو گا کبھی نہیں ہو گا میں یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہوں کہ مفتی صاحب کے کردار کے اس پہلو نے مجھے بے حد متاثر کیا۔"

اگر "ماہر معاشیات" محمود کی بات کروں تو جاوید ہاشمی لکھ چکے ہیں۔

"مفتی صاحب نے اسلام کے معاشی نظام کو ایسے سادہ پیرائے میں بیان کیا کہ ہر بات دل نشین ہوتی چلی گئی۔ واضح ہوتا گیا کہ اسلام صرف آسمانی مذہب نہیں بلکہ یہ عام انسانوں کی فلاح کا ضامن بھی ہے۔"

اگر "مجاہد ختم نبوت" محمود کی مدح سرائی کروں تو حضرت خواجہ خان محمد دامت برکاتہم فرما چکے ہیں

"پارلیمانی محاذ پر دشمنان ختم نبوت کی شکست مفتی صاحب کی بے پناہ سیاسی علمی و فکری کوششوں کا نتیجہ تھی۔"

اگر "قائد" محمود کو رقم کروں تو مولانا ایوب جان بنوری کا ارشاد موجود ہے۔

"وہ جمعیت میں میرے اور میرے رفقاء کے بعد آئے لیکن اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت مجھ سے اور میرے رفقاء سے بہت آگے نکل گئے اتنے آگے کہ جو مقتدی تھے وہ مقتدی بن گئے اور مقتدی کا منصب ان کے لیے خالی کر دیا گیا بلکہ خالی ہو گیا قیادت خود بخود ان کے پاس چلی گئی۔"

اگر "قاری" محمود کے لیے سوچوں تو مولانا عبیداللہ انور مرحوم فرما گئے ہیں۔

"جلسوں کے حوالے سے شاہ صاحب کے بعد جس شخص کی تلاوت کی سب سے زیادہ شہرت ہوئی وہ مفتی محمود تھے یہ روایت حفص ہی کے نہیں بلکہ سبعہ وغیرہ کے بھی مستند قاری تھے۔"

اگر "منتظم" محمود کے تذکرے کروں تو ارباب سکندر خان خلیل لکھ گئے ہیں۔

"فائلوں پر ریمارکس دیکھ کر انگریزی سے نا آشنا وزیر اعلیٰ کا قائل ہونا پڑا۔"

اگر "قانون دان" محمود کی یادوں کے جھروکوں میں جو دُر

تو مولانا امیر الزمان کشمیری پہلے ہی لکھ چکے ہیں۔

"اس کے ساتھ ساتھ اسلامی قانون پر جتنا گہرا مطالعہ ان کا تھا اتنا شاید کسی اور کا نہ ہو۔"

اگر "سید القوم خادمھم" محمود پر لکھوں تو قاری عبدالعزیز جلالی پہلے ہی لکھ چکے ہیں۔

"میں نے اس لیے آپ کو روکا ہے کہ ان لوگوں کے سامنے آپ کی باتوں کا جواب دوں جن کا میں نوکر ہوں، نوکر ہیں! آپ نوکر ہیں کیا مطلب! میں نے حیران ہو کر پوچھا جی ہاں میں نوکر ہوں یہ لوگ جو یہاں موجود ہیں میں ان کا وزیر اعلیٰ ہوں۔ وزیر اعلیٰ نوکر ہی ہوتا ہے۔"

اگر "صحافی" محمود سے اپنے قلم کو زینت بخشوں تو قومی ڈائجسٹ پہلے ہی ان کے خدام الدین کے لیے لکھے گئے اداریے شائع کر چکا ہے۔

اگر سی۔ ایم۔ ایچ میں داخل مریض محمود کی عیادت کروں تو لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر ملک شوکت حسن لکھتے ہیں۔

"میں تقریباً چالیس سال سے طب کے پیشے سے منسلک ہوں اس دوران سینکڑوں مریضوں کا علاج کیا کئی آئے کئی گئے مفتی صاحب بھی میرے مریض تھے میں نے اپنے دوسرے مریضوں کی نسبت انہیں کہیں زیادہ سادہ پُر وقار اور متحمل مزاج پایا انہیں اپنے آپ پر حیرت انگیز کنٹرول تھا۔ جب تک ہسپتال میں رہے انہوں نے مجھے یا میرے دوسرے ڈاکٹر ساتھیوں کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

اور قارئین اگر کوئی کہے کہ چلو خراج تحسین و عقیدت ہی پیش کر دو تو کیسے کروں کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ایسا خراج تحسین و عقیدت پیش کر چکے ہیں کہ اس سے بہتر مزید پیش نہیں کیا جا سکتا لکھتے ہیں۔

"وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل علم ان کے علم و تفقہ کے محتاج تھے اہل دانش کو ان کے فہم و تدبر کی احتیاج تھی اور اہل سیاست ان کی قیادت و زعامت کے حاجتمند تھے اس لیے ان کی وفات بیک وقت علم و دانش فقہ و حدیث سیاست و قیادت حلم و تدبر شجاعت و بسالت شہامت و زعامت کا ماتم ہے ان کی تنہا ذات سے دین اور خیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی ان کے خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی۔"

اگر ان کے دنیا سے رخصت ہونے کا بیان چھیڑوں تو جسٹس مولانا تقی عثمانی فرما چکے ہیں کہ

اچانک مفتی صاحب نے اپنا بایاں ہاتھ پیشانی اور سر پر رکھا اور کچھ کہے بغیر اپنی بائیں کروٹ پر گر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اگر ان کے لحد میں اترنے کا منظر تحریر کروں تو طارق نیازی سبقت لیے ہوئے ہیں۔

مفتی صاحب کو سپرد خاک کیا جا رہا تھا۔ ہزاروں آنکھیں اشکبار تھیں ہر دل سے آئیں اٹھتیں کئی زبانیں اعلان کرتیں اب کیا ہوگا بابا آپ تو چلے گئے تیرے بچوں کا کیا حال ہوگا۔ اسی اثناء میں جمعیت اسلامی افغانستان کے امیر پروفیسر برہان الدین ربانی تشریف لائے ان سے پہلے تجہیز و تکفین کا کام انجام پا چکا تھا یہ محرومی ان کے دل کو اور بھی مجروح کر گئی وہ سیدھا اس تربت پہ پہنچے جہاں ان کی عقیدت آسودہ خاک تھی رات بھر تلاوت کرتے رہے

باقی صفحہ ۲۴ پہ

تعارف

مجیب الرحمٰن شامی

# مولانا مفتی محمودؒ

پیشانی کشادہ، مطلع انوار۔ آنکھیں روشن، زندہ و بیدار۔ اُبھرے ہوئے مسکراتے رُخسار۔ گندمی رنگ میں سُرخی کے آثار۔ سر کے بال پٹے دار، داڑھی پھیلی ہوئی باوقار، سیاہی پر سپیدی ژالہ بار۔ شانے چوڑے اور مضبوط، مردانہ وار۔ ناک ستواں، قد میانہ، جسم گھنا۔ ایک شجر سایہ دار۔ پُرسکون جیسے دامن کوہسار۔

لباس سے سادگی آشکار۔ کندھوں پہ مستقل رُومال کہ جسم خاکی کا حاشیہ بردار۔ دمِ گفتگو، دلیل کی گفتار۔ دمِ جستجو، فرض کی پکار۔

آرام سے ہر لحظہ انکار۔ مطمح نظر اسلامی اقدار۔ عوامی حقوق کا پاسدار، ان کی حفاظت کے لیے ہر دم چوکس و تیار۔

وزیر اعلیٰ مگر چٹائی سے سروکار، تکلفات سے بیزار، بوریے پہ دربار، عجیب صاحب اختیار، غلام احمدِ مختار۔

اس کی نگاہ میں ہیچ دولت کے انبار، اس کی نگاہ میں ایک مفلس و زردار۔ تنہا بھی لشکر جرار۔ کج نہیں اُس کے سامنے نگوں سار۔ استقامت کا کوہسار، نعرۂ حیدر گزار۔ فرقہ بندی کے خلاف کھلی تلوار۔ اتحاد کا علمبردار۔ تحریک نظام مصطفیٰ کا سالار۔ قوم کا بے تاج تاجدار۔ نوید قافلۂ بہار۔

میدان سیاست کا شہسوار۔ اہل دیں کے لیے سرمایۂ افتخار۔ اہل دل کے لیے وجہ قرار۔ دیوبند کے گلے کا ہار۔ پاکستان پہ سو جان سے نثار۔ افغانستان پر اشک بار۔ جہاد کی للکار ——— اُس سے لرزہ بر اندام اشتراکی و سرمایہ دار، ہر جنس بازار۔ وہ ایک گلِ پائیدار۔ باوقار، باکردار۔ عابدِ شب زندہ دار۔ روایات اسلاف کا نگہدار۔ رحمتِ پروردگار ———

خوابیدہ اس خاک میں ہیں آتش کدے ہزار!
تری لحد پہ کھلیں جاوداں گلاب کے پھول

# انسانی حقوق کی خلاف ورزی کون کر رہا ہے

# مسلمان یا قادیانی؟

زیرِ نظر تحریر مولانا زاہد الراشدی کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے گذشتہ سال ہونے والی لندن کانفرنس میں فرمائی جسے قارئین کیلئے مولانا منظور احمد الحسینی نے ضبط کیا ہے امید ہے آپ یقیناً اسے پسند کریں گے (ادارہ)

مرتبہ: منظور احمد الحسینی

بعد الحمد والصلوٰۃ ! آپ حضرات مجمع سے علماء کرام کے ارشادات سے مستفید ہو رہے ہیں اور عصر کی نماز تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ مجھے تھوڑے سے وقت میں صرف ایک پہلو پر کچھ گذارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنی ہیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مقصد کی باتیں کہنے کی توفیق دیں اور دینِ حق کی جو باتیں علم اور سمجھ میں آئے اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔

قادیانی گروہ کی طرف سے اس کی سرپرست لابیوں اور ویسٹرن میڈیا کی طرف سے قادیانی مسئلہ کے حوالہ سے ایک الزام پاکستان کے مسلمانوں پر، پاکستان کی حکومت پر اور پاکستان کے دستوری اور قانونی ڈھانچے پر پوری شدومد کے ساتھ دنیا بھر میں دہرایا جا رہا ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کے انسانی حقوق پامال کر دیئے گئے ہیں ان کے شہری حقوق معطل ہو گئے ہیں اور قادیانیوں کے ہیومن رائٹس ختم کر دیئے گئے ہیں ابھی حال میں اسی ماہ کے آغاز میں برطانیہ میں ٹل فورڈ کے مقام پر قادیانیوں کے سالانہ اجتماع میں بھارتی ہائی کمشنر نے شرکت کی ہے اور اپنی تقریر میں انسانی حقوق کے حوالہ سے قادیانیوں کی نام نہاد مظلومیت کا ذکر کیا ہے۔ پاکستان سے ان کی جلاوطنی کا ذکر کیا ہے۔ اور انسانی حقوق کی دہائی دی ہے یہی وہ بنیاد ہے جس بنیاد پر مغربی ممالک اسلام دشمن عناصر اور ویسٹرن میڈیا قادیانی گروہ کی مکمل پشت پناہی کر رہا ہے اس لیے آج میں یہ چاہتا ہوں کہ ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ پاکستان میں قادیانیوں کے کون سے انسانی حقوق پامال ہوئے ہیں۔ اور ان کے ہیومن رائٹس پر کیا زد پڑی ہے؟ جذبات سے ہٹ کر منطق اور استدلال کے ساتھ اس مسئلہ کا تھوڑے سے وقت میں تجزیہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

**اصل تنازعہ کیا ہے؟** اس سلسلہ میں سب پہلی بات یہ ہے کہ قادیانی مسلم تنازعہ کی اصل بنیاد کو تلاش کیا جائے کہ اصل جھگڑا کیا ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ قادیانیوں نے نئی نبوت اور نئی وحی کے ساتھ اپنے لیے نئے مذہب کا انتخاب کیا ہے اور مسلمانوں سے اپنا مذہب الگ کر لیا ہے یہ بات مسلمات میں شامل ہے کہ نئی نبوت اور نئی وحی کے ساتھ مذہب بھی الگ ہو جاتا ہے تفصیلات میں جائے بغیر صرف ایک حوالے سے بات عرض کروں گا۔ آپ کے اس برطانوی معاشرہ میں یہودی اور عیسائی دونوں رہتے ہیں تورات پر یہودی اور عیسائی دونوں ایمان رکھتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی دونوں اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر دونوں متفق ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں کا مذہب ایک نہیں ہے بلکہ دونوں الگ الگ مذہب کے پیروکار ہیں اس لیے کہ عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان رکھنے کے باوجود ایک نئے نبی اور نئی وحی کو تسلیم کرتے ہیں جن پر یہودیوں کا ایمان نہیں ہے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کو بھی مانتے ہیں جن پر یہودیوں کا ایمان نہیں ہے اس لیے عیسائیوں کا مذہب یہودیوں سے الگ ہو گیا ہے اور دونوں الگ الگ مذہب کے پیروکار ہیں۔ اسی طرح مسلم قادیانی تنازعہ میں بھی یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کا مذہب ایک نہیں ہے بلکہ دونوں الگ الگ مذہب کے پیروکار ہیں اس حقیقت کو قادیانی گروہ بھی تسلیم کرتا ہے اور تاریخ کے ریکارڈ میں اس کی متعدد دستاویزی شہادتیں موجود ہیں جن میں سے بعض کا میں اس وقت ذکر کرنا چاہتا ہوں

**پہلی شہادت** .. جب پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم ہو رہی تھی۔ پنجاب کی تقسیم کے لیے ریڈکلف کمیشن بیٹھا تھا۔ پنجاب کو اس بنیاد پر تقسیم کیا جا رہا تھا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ پاکستان میں شامل ہوں گے اور جہاں مسلمان اکثریت میں نہیں ہیں وہ بھارت کا حصہ ہوں گے گورداسپور کا علاقہ جہاں قادیان واقع ہے۔ اس علاقہ کی صورت حال یہ تھی کہ اگر قادیانی آبادی خود کو مسلمانوں کے ساتھ شامل کراتی ہے تو یہ خطہ زمین پاکستان کے حصہ میں آتا ہے اور اگر قادیانی گروہ مسلمانوں سے الگ شمار ہوتا ہے تو گورداسپور کا یہ علاقہ بھارت کے پاس چلا جاتا ہے اس وقت قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے جو مرزا غلام احمد قادیانی کا فرزند اور مرزا طاہر احمد کا باپ تھا اپنا کیس مسلمانوں سے الگ پیش کر کے یہ فیصلہ تاریخ میں ریکارڈ کرا دیا کہ قادیانی خود کو مسلمانوں سے الگ قرار دیتے ہیں چنانچہ چوہدری ظفر اللہ خان نے مرزا بشیر الدین محمود کی ہدایت پر قادیانیوں کی فائل مسلمانوں سے الگ ریڈکلف کمیشن کے سامنے پیش کی۔ جس کی بنیاد پر گورداسپور غیر مسلم اکثریت کا علاقہ قرار پایا اور بھارت کے حوالے کر دیا گیا اس کے نتیجہ میں بھارت کو کشمیر کے لیے راستہ ملا اور اس نے کشمیر پر قبضہ کر لیا اور آج بھی لاکھوں کشمیری عوام بھارتی تسلط اور وحشت و درندگی کے خلاف آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

**دوسری شہادت** :- بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کا جنازہ مفکر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی جنازہ پڑھا رہے تھے۔ ملک بھر کے سرکردہ حضرات اور غیر ملکی سفراء جنازہ میں شریک تھے۔ حکومت پاکستان کا قادیانی وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان بھی موجود تھا۔ لیکن جنازہ میں شریک نہیں ہوا اور غیر مسلم سفیروں کے ساتھ الگ بیٹھا رہا۔ یہ بات قومی پریس کے ریکارڈ میں ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان سے پوچھا گیا کہ آپ وزیر خارجہ موجود ہیں لیکن جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس پر ظفر اللہ خان نے کہا کہ مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ سمجھ لیا جائے یا مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ" اس طرح چوہدری ظفر اللہ خان نے بھی تاریخ میں اپنی یہ شہادت ریکارڈ کرائی۔ کہ مسلمانوں کا مذہب الگ ہے اور قادیانی ان سے الگ ایک نئے مذہب کے پیروکار ہیں۔

**تیسری شہادت** :- ۱۹۷۴ء میں جب پاکستان کی قومی اسمبلی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی آئینی ترمیم پر بحث کر رہی تھی اسمبلی نے یکطرفہ فیصلہ کرنے کی بجائے قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو اسمبلی کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیا۔ قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے گیارہ روز تک اور لاہوری گروپ کے سربراہ مولوی صدرالدین نے دو روز تک اسمبلی کے سامنے اپنے موقف کی وضاحت کی اور ان کا موقف پوری طرح سننے کے بعد اسمبلی نے اپنا فیصلہ صادر کیا اس موقع پر مرزا ناصر احمد سے پوچھا گیا کہ وہ دنیا بھر کے ایک ارب کے لگ بھگ ان مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے مرزا ناصر احمد نے پہلے اس سوال کو گول کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بالآخر پارلیمنٹ کے فلور پر انہیں اپنے اس عقیدہ کو دوٹوک اظہار کرنا پڑا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لانے والے دنیا بھر کے ایک ارب کے لگ بھگ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں اور اس طرح مرزا طاہر احمد کے بڑے بھائی مرزا ناصر احمد نے بھی تاریخ کی عدالت میں اپنی یہ شہادت ریکارڈ کرادی کہ وہ قادیانیت کو مسلمانوں سے الگ مذہب قرار دیتے ہیں۔

**چوتھی شہادت** :- آج مرزا طاہر احمد دنیا بھر میں مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف واویلا کر رہا ہے لیکن میں مرزا طاہر احمد کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک شہادت تو خود تم نے بھی ریکارڈ کرائی ہے جو تازہ ترین شہادت ہے۔ ابھی حال ہی میں ٹلفورڈ میں قادیانیوں کا سالانہ اجتماع ہوا ہے مسلمانوں کے اجتماعات ہوتے ہیں تو مہمان خصوصی امام کعبہ ہوتے ہیں شیخ الازہر ہوتے ہیں مسلم ممالک کے سفراء آتے ہیں اور دیگر مسلم شخصیات شریک ہوتی ہیں ہماری اس ختم نبوت کانفرنس میں حضرت مولانا خان محمد تشریف فرما ہیں پاکستان کے مفتی اعظم تشریف فرما ہیں۔ لیکن ٹلفورڈ کے قادیانی اجتماع میں مہمان خصوصی کون تھا؟ بھارت کا ہندو سابق منسٹر اور ساؤتھال کونسل کا سکریٹری! یہ بھی تاریخ کی شہادت ہے

حضرات محترم! جب یہ بات طے شدہ ہے کہ قادیانیوں کا مذہب مسلمانوں سے الگ ہے اور دونوں ایک مذہب کے پیروکار نہیں ہیں تو ظاہر بات ہے کہ اسلام کا نام ان میں سے ایک ہی فریق استعمال کرے گا۔ دونوں استعمال نہیں کر سکتے۔ اسلام کا نام اور اس کے شعائر مثلاً کلمہ طیبہ، مسجد، امیر المومنین، ام المومنین، خلیفہ اور صحابی جو اسلام کے ساتھ مخصوص ہیں اور مسلمانوں کی پہچان بن چکے ہیں انہیں استعمال کرنے کا حق ایک فریق کو ہوگا۔ آپ حضرات خانہ خدا میں بیٹھے ہیں، آپ ہی انصاف سے کہیں کہ کیا دونوں گروہوں کو اسلام کا نام اسلام کا لیبل اور اس کا ٹریڈ مارک استعمال کرنے کا حق ہے؟ اگر نہیں اور انصاف کا تقاضہ ہے کہ نہیں تو پھر انصاف کے ساتھ یہ فیصلہ بھی کیجئے کہ یہ حق دونوں میں سے کس فریق کا ہے جو چودہ سو سال سے اس نام اور اصطلاحات کو استعمال کر رہا ہے یا اس کا جو ایک سو سال سے اس کا دعویدار ہے؟ اصل بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ایک عام کاروباری سی بات ہے عام سی مثال ہے اس حوالہ سے بات عرض کرتا ہوں۔ ایک کمپنی ہے جو سو سال سے کام کر رہی ہے اس کا ایک نام ہے ایک لیبل ہے ایک ٹریڈ مارک ہے وہ اس نام لیبل اور ٹریڈ مارک کے ساتھ مارکیٹ میں متعارف ہے اس کی ساکھ ہے اس حوالہ سے اس کا اعتبار قائم ہے اب کچھ لوگ اس سے الگ ہو کر ایک نئی کمپنی بناتے ہیں ایمان کے ساتھ بتایئے کہ کیا اس نئی کمپنی کو پہلی کمپنی کا نام ٹریڈ مارک اور لیبل استعمال کرنے کا حق حاصل ہے؟ اگر نہیں اور اس کے باوجود نئی کمپنی اپنا مال مارکیٹ میں لانے کے لیے پہلی کمپنی کا نام استعمال کرتی ہے اس کا ٹریڈ مارک اور لیبل استعمال کرتی ہے تو انصاف کی زبان اسے کیا کہتی ہے؟ قانون اسے کیا کہتا ہے؟ (لوگوں نے کہا فراڈ!) فراڈ! جب ان مغربی لابسٹوں سے پوچھتا ہوں کہ انصاف کا تقاضہ کیا ہے؟ قانون کا تقاضہ کیا ہے؟ دانش کا تقاضہ کیا ہے؟ خدا کے لیے ہمارا موقف بھی سمجھنے کی کوشش کریں نبوت کا دعویٰ بہاء اللہ نے بھی کیا تھا۔ اس کے ماننے والے بہائی بھی ہم سے الگ مذہب رکھتے ہیں ہم انہیں کافر کہتے ہیں لیکن ہمارا ان سے قادیانیوں کی طرز کا کوئی تنازعہ نہیں ہے کشمکش کی کوئی فضا نہیں ہے اس لیے کہ وہ اسلام کا نام استعمال نہیں کرتے انہوں نے اپنا نام اور اصطلاحات الگ کر لی ہیں وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر لوگوں

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
شاپ نمبر ایف - ۹۱ - صرافہ
میٹھادر کراچی فون۔ ۴۵۵۷۳۰ ـ

کو دھوکہ نہیں دیتے اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہیں کہتے لندن مالک کے نام پر اپنا لٹریچر تقسیم نہیں کرتے اور اپنے مرکز کو اسلام آباد نہیں کہتے ہم انہیں کافر کہتے ہیں لیکن ہمارا ان سے جھگڑا کوئی نہیں ہے. قادیانیوں کے ساتھ تنازعہ یہ ہے کہ مذہب نیا ہے کمپنی نئی ہے لیکن نام ہمارا استعمال کرتے ہیں لیبل اور ٹریڈ مارک ہمارا استعمال کرتے ہیں ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے یہ دھوکہ ہے فراڈ ہے اور کھلا فریب ہے ہم دنیا بھر کے قادیانیوں کو دہائی دیتے ہیں کہ خدا کے لیے ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کرنے سے پہلے یہ تو دیکھو کہ اصل قصہ کیا ہے اور تنازعہ کس بات پر ہے.

## انسانی حقوق اور صدارتی آرڈیننس

حضرات محترم! اب میں اس صدارتی آرڈیننس کی طرف آتا ہوں جسے مرزا طاہر احمد اور اس کی سرپرست لابیوں کی طرف سے پوری دنیا میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا عنوان دے کر بدنام کیا جا رہا ہے. یعنی ۸۴ء کا وہ صدارتی آرڈیننس جس کے تحت صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے قادیانیوں کو اسلام کا نام اور اصطلاحات استعمال کرنے سے روک دیا ہے اور جس کے بارے میں مغربی لابیاں یہ کہہ رہی ہیں کہ اس کے ذریعہ قادیانیوں کے انسانی حقوق پامال ہو گئے ہیں. لیکن پہلے یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ آرڈیننس صدر جنرل محمد ضیاء الحق کا تیار کردہ نہیں ہے نہ اسے فوجی ہیڈکوارٹر نے ترتیب دیا ہے بلکہ یہ آرڈیننس تحریک ختم نبوت کے ان مطالبات پر مشتمل ہے جن کے لیے ہم نے ملک بھر میں تحریک چلائی سٹریٹ پاور کو منظم کیا لوگوں کو سڑکوں پر لائے اور راولپنڈی کی طرف لانگ مارچ کیا اس پر مجبور ہو کر ہمارے مطالبات کو آرڈیننس کی شکل دی گئی اس لیے یہ مارشل لاء ریگولیشن یا کسی ڈکٹیٹر کا نافذ کردہ قانون نہیں بلکہ عوامی مطالبات پر مشتمل ایک قانونی ضابطہ ہے.

**مرزا طاہر احمد کی مہم** ۔ اس کے بعد صدارتی آرڈیننس پر بحث سے قبل آپ حضرات کو مرزا طاہر احمد کی اس مہم سے بھی متعارف کرانا چاہتا ہوں جو اس آرڈیننس کے خلاف ابھی تک جاری ہے اس مہم کے مختلف مراحل کا آپ کے سامنے لایا جانا ضروری ہے تاکہ آپ لوگ دیکھ سکیں کہ ان کا طریق واردات کیا ہے بالخصوص برطانیہ میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے اس مہم سے واقف ہونا بے حد ضروری ہے. تو حضرات محترم! ۸۴ء میں صدارتی آرڈیننس کے نفاذ کے بعد مرزا طاہر احمد لندن میں آکر بیٹھ گیا اور مغربی لابیوں کو اپروچ کر کے یہ دہائی دی کہ پاکستان میں امتناع قادیانیت کے صدارتی آرڈیننس کے ذریعے قادیانیوں کے انسانی حقوق چھین لیے گئے ہیں ان کے ہیومن رائٹس پامال کر دیئے گئے ہیں، انہیں عبادت کے حق سے روک دیا گیا ہے اور ان کے اپنے مذہب پر عمل کرنے پر پابندی لگا دی گئی ہے ویسٹرن میڈیا بھی اس مہم میں شریک ہو گیا. اسے تو انتظار رہتا ہے کہ اسلام اور پاکستان کے خلاف کوئی بات کہنے کو ملے وہ تو بہانے تلاش کرتے ہیں کہ مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف کسی بات پر شور اٹھا سکیں.

**جنیوا کا انسانی حقوق کمیشن** ۔ پھر بات یہیں تک نہیں رہی بلکہ جنیوا میں انسانی حقوق کے کمیشن کو اپروچ کیا گیا یہ کمیشن یو این او کے تحت قائم ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک پر نظر رکھتا ہے اور جہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہو اس کی نشاندہی کرتا ہے اور اس کی بنیاد پر مغربی حکومتیں اپنی پالیسیاں مرتب کرتی ہیں قادیانیوں کی طرف سے اس کمیشن کے پاس درخواست کی گئی کہ پاکستان میں ان کے شہری حقوق پامال کیے جا رہے ہیں لیکن اس درخواست سے پہلے ایک اور بات کا اہتمام ہو چکا تھا کہ جنیوا میں پاکستان کی سفارت اور نمائندگی مرزا منصور احمد سنبھال چکا تھا. جو معروف قادیانی ڈپلومیٹ ہے پاکستان کا سینئر سفارت کار ہے اور اس وقت جاپان میں پاکستان کا سفیر ہے اب راستہ صاف تھا. درخواست قادیانیوں کی طرف سے تھی. اور کمیشن کے سامنے پاکستان کی نمائندگی اور حکومت پاکستان کے موقف کی وضاحت کی ذمہ داری ایک قادیانی سفارت کار پر تھی نتیجہ وہی ہونا تھا جو ہوا اور جنیوا کے انسانی حقوق کمیشن نے اس مضمون کی قرارداد منظور کر لی کہ پاکستان میں واقعتاً قادیانیوں کے انسانی حقوق پامال کر دیئے گئے ہیں اور حکومت پاکستان اس کی ذمہ دار ہے.

**امریکی سینیٹ کی قرارداد** ۔ بات اور آگے بڑھی اور قادیانی گروہ اس قرارداد کو لے کر واشنگٹن پہنچا جہاں پریسلر رہتا ہے جہاں سولارز رہتا ہے آپ جانتے ہیں ان کو! اور پاکستان کا کون سا باشعور شہری ہے جو پریسلر اور سولارز کو نہیں جانتا وہاں لابنگ ہوئی. اس وقت امریکی سینیٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی پاکستان کی اقتصادی اور فوجی امداد کے لیے شرائط طے کر رہی تھی جنیوا انسانی حقوق کمیشن کی یہ قرارداد اس کے سامنے پیش ہوئی اور امریکی سینیٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی نے پاکستان کے لیے امداد کی شرائط والی قرارداد میں قادیانیت کا مسئلہ شامل کر لیا ہے مرزا طاہر احمد کی مہم اور یہ ہے اس کا طریق واردات جسے آپ کے علم میں لانا میں نے ضروری سمجھا ہے.

**پاکستان کی امداد کے لیے امریکی شرائط** ۔

امریکی سینیٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی نے پاکستان کی امداد کے لیے جن شرائط کو اپنی قرارداد میں شامل کیا ان کا خلاصہ روزنامہ جنگ لاہور نے ۵ مئی ۹۲ء اور روزنامہ نوائے وقت لاہور نے ۲۵ اپریل ۹۲ء کو شائع کیا ہے یہ میرے پاس موجود ہے اور آپ حضرات میں اکثر نہیں جانتے کہ ان شرائط میں کون کون سی باتیں شامل ہیں عام طور پر صرف ایٹمی تنصیبات کے معائنہ کی شرط کا ذکر کیا جاتا ہے بلاشبہ وہ بنیادی شرط ہے اور ہم اس مسئلہ پر پاکستان حکومت اور قوم کے موقف کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ ہیں بلکہ ہم تو اس سے بھی آگے کی بات کہتے ہیں ہمارا موقف یہ ہے کہ ایٹم بم پاکستان کا اور دیگر مسلمان ملکوں کا حق ہے اور اس سلسلہ میں معذرت خواہانہ طرز عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے مگر امریکی شرائط میں صرف ایٹمی تنصیبات کا مسئلہ نہیں اور امور بھی ہیں. جن میں دو کا بطور خاص آپ کے سامنے ذکر کرنا چاہتا ہوں امریکی سینیٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی کی اس قرارداد میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کی امداد کے لیے ضروری ہوگا کہ امریکی صدر ہر سال ایک سرٹیفکیٹ جاری کرے گا جس میں یہ درج ہوگا کہ

حکومت پاکستان نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالہ میں نمایاں ترقی کی ہے۔

یہ کتنا خوبصورت جملہ ہے **لیکن کلمۃ حق ارید بہا الباطل** اس کے اندر جو زہر چھپا ہوا ہے آپ حضرات نہیں جانتے آپ کہیں تو عرض کردوں کہ اس شوگر کے پردے میں کون سا زہر ہے؟ اس شرط میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کو روکنے کی بات کی گئی ہے سوال یہ ہے کہ ان مغربی ملکوں کے ہاں انسانی حقوق کا تصور کیا ہے؟ اور یہ کس چیز کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے دیکھنا پڑے گا کہ پاکستان میں مغرب نے کے "بورڈز" بنائے ہیں مغربی میڈیا کے بورڈ ہر جگہ موجود ہیں۔

پاکستان میں بھی ہیں۔ امریکی سینٹ کی اس قرارداد کے بعد پاکستان میں بھی انسانی حقوق کمیشن قائم ہوا ہے جس کے سربراہ ریٹائرڈ جسٹس دراب پٹیل ہیں جو پارسی ہیں اور سیکرٹری جنرل بیگم عاصمہ جہانگیر ہیں جو ایک قادیانی ایڈووکیٹ مسٹر جہانگیر کی بیوی ہے یہ لوگ پاکستان میں ہیومن رائٹس کے عنوان سے فورم منعقد کرتے ہیں جلسوں کا اہتمام کرتے ہیں مظاہرے کرتے ہیں اور امریکی سفارت کاران کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ فرمایئے اس کمیشن کے سربراہ مسٹر پٹیل کیا کہتے ہیں روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۷ اپریل ۹۰ء کے مطابق مسٹر دراب پٹیل نے کہا کہ کمیشن کو بہت سے ایسے قوانین منسوخ کرنے کی کوشش بھی کرنا ہوگی جو گمراہ کن ہیں اور جن سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا راستہ کھلتا ہے اس سلسلہ میں حدود آرڈیننس قانون شہادت غیر مسلموں کو مسلمانوں کی شہادت پر سزا دینے کا مسئلہ قادیانیوں اور لاہوریوں کو غیر مسلم قرار دینے والا قانون جداگانہ انتخابات کا قانون سیاسی جماعتوں کا قانون یہ سارے قوانین ختم کرنا ہوں گے۔ یہ تمام قوانین انسانی حقوق کے منافی ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت نے ۲۰ اپریل ۹۰ء کی اشاعت میں بیگم عاصمہ جہانگیر کے حوالے سے کمیشن کے جنرل اجلاس میں کیے جانے والے مطالبات بھی شائع کیے ہیں جن کے مطابق

تعزیرات پاکستان اور حدود آرڈیننس کی بعض سزاؤں کو ظالمانہ اور غیر انسانی قرار دیا گیا ہے اور مطالبہ کیا گیا ہے کہ سنگسار کرنے پھانسی پر لٹکانے اور موت کی سزا کو فی الفور ختم کیا جائے بزرگوں کے لگانے، ہاتھ کاٹنے اور قید تنہائی کی سزائیں بھی ختم کردی جائیں جنرل اجلاس میں منظور کردہ ڈیکلریشن میں تمام مذہبی اقلیتوں کی تائید کی گئی ہے اور اس ضرورت پر زور دیا گیا ہے کہ حکومت کسی بھی شخص کے خلاف بالواسطہ یا بلاواسطہ مذہب یا فرقے کی بنیاد پر کوئی کارروائی نہ کرے۔

حضرات محترم! اب تو آپ اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ انسانی حقوق سے ان کی مراد کیا ہے اور ہیومن رائٹس کی خلاف ورزی کو روکنے کے عنوان سے مغربی ممالک اور لابیاں ہم سے کیا تقاضہ کررہی ہیں؟ امریکہ ہم سے یہ ضمانت چاہتا ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوگی اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اسلامی قوانین نافذ نہیں کریں گے قرآن کریم کے احکام نافذ نہیں کریں گے۔ ابھی حال ہی میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر موت کی سزا کا قانون منظور کیا ہے جس پر ایک محترمہ نے کہا ہے کہ یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اس کا کیا مطلب ہے ـــــــ معاذ اللہ توہین رسالت کو بھی انسانی حقوق میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اور یہ حق مانگا جا رہا ہے کہ کوئی بدبخت توہین رسالت کا ارتکاب کرنا چاہے تو اسے اس کا حق حاصل ہو اور قانون کو حرکت میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کا انسانی حقوق کا تصور اور یہ اسی قسم کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے ہمیں روکنا چاہتے ہیں جا بجا اسی سلسلہ اس رتبے کانفرنس کے سٹیج پر پنجاب کے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل جناب نذیر غازی ایڈووکیٹ بھی تشریف فرما ہیں ان سے معذرت کے ساتھ میں ایک "ریڈ لائن" کراس کرنے لگا ہوں کہ ہم پر "انسانی حقوق" کا کیا تصور تھوپا جا رہا ہے گذشتہ سال چکوال میں اغوا اور قتل کی ایک واردات ہوئی خصوصی عدالت میں مقدمہ چلا عدالت نے قاتل کو موت کی سزا سنائی اور یہ فیصلہ دیا کہ پھانسی بر سرعام لوگوں کے سامنے دی جائے۔ اسلام کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ سزا سرعام دی جائے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ

مجرموں کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے یہ اسلامی قانون کا تقاضہ ہے لیکن ہماری عدالت عظمیٰ نے اس سزا پر عملدرآمد روک دیا ہے اور سپریم کورٹ میں گذشتہ چار پانچ ماہ سے اس نکتہ پر بحث جاری ہے کہ مجرم کو لوگوں کے سامنے سزا دینا اس کی عزت نفس کے منافی ہے اور یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اس لیے قاتل کو سرعام پھانسی نہیں دینی چاہیے۔ محترم بزرگو اور دوستو! یہ مثالیں میں نے وضاحت کے ساتھ اس لیے آپ کے سامنے رکھی ہیں تاکہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں کہ انسانی حقوق سے مغربی ممالک کی مراد کیا ہے اور یہ حقیقت جب ہم سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہ کرنے کی ضمانت طلب کرتی ہیں تو اس سے ان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

اب ایک اور شرط بھی ملاحظہ فرمالیجیے جو امریکی سینٹ کی ان تجاویز میں کمیٹی نے پاکستان کے لیے امریکی امداد کی شرائط کے ضمن میں اپنی قرارداد میں ذکر کی ہے اس کے

صرافہ بازار میں سونے کی قدیم دکان
صراف حاجی صدیق اینڈ برادرس
اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں
کندن اسٹریٹ صرافہ بازار کراچی
فون نمبر: ۲۴۵۸۰۳

مطابق امریکی صدر ہر سال اپنے سرٹیفکیٹ میں یہ بھی لکھیں گے کہ حکومت پاکستان اقلیتی گروہوں مثلاً احمدیوں کو مکمل شہری اور مذہبی آزادیاں نہ دینے کی روش سے باز آ رہی ہے اور ایسی تمام سرگرمیاں ختم کر رہی ہے جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں ۔

آپ حضرات کو کچھ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مسئلہ کی نوعیت کیا ہے اور معاملات کہاں تک آگے پہنچ چکے ہیں آپ میں سے بیشتر حضرات یہ کہہ دیں گے کہ ہمیں تو ان باتوں کا علم ہی نہیں ہے لیکن کیا آپ کا نہ جاننا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے ! کیا یہ بھی ہمارا قصور ہے کہ آپ حضرات مغرب میں رہتے ہوئے بھی ان امور سے واقف نہیں ہیں خدا کے لیے آنکھیں کھولیے اور اپنی ذمہ داری کا احساس کیجئے

حضرات محترم ! اب میں آتا ہوں صدارتی آرڈیننس کی طرف یہ میرے ہاتھ میں صدارتی آرڈیننس کی کاپی ہے اس آرڈیننس کا مقصد اور منشا صرف یہ ہے کہ چونکہ قادیانیوں کا مذہب مسلمانوں سے الگ ہے اس لیے قادیانی اسلام کا نام اور مسلمانوں کے مخصوص مذہبی شعائر استعمال نہ کریں ۔ اس کے علاوہ اس آرڈیننس میں کچھ نہیں اس آرڈیننس کی رو سے قادیانیوں کو اس امر کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ ۔

(۱) اسلام کے نام پر اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کریں اور خود کو مسلمان کے طور پر ظاہر نہ کریں ۔

(۲) اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہ کہیں اور اپنی عبادت کے لیے لوگوں کو بلانے کا طریقہ اذان سے الگ اختیار کریں اور اسے اذان نہ کہیں

(۳) جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی اور خاتون کو ام المومنین نہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور خلفاء کے علاوہ کسی اور کے لیے صحابی یا خلیفہ کی اصطلاح استعمال نہ کریں

آرڈیننس میں ان امور کو جرم قرار دیتے ہوئے ان میں سے کسی ایک کے ارتکاب پر تین سال تک قید یا جرمانہ کی سزا مقرر کی گئی ہے میں مغربی لابیوں سے پوچھتا ہوں کہ اس آرڈیننس میں قادیانیوں کو عبادت گاہ بنانے یا عبادت کرنے سے کہاں روکا گیا ہے ؟ انہیں صرف اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنے سے روکا گیا ہے اذان دینے سے روکا گیا ہے اور اسلام کے دیگر شعائر کے استعمال سے روکا گیا ہے ۔ اور جب قادیانیوں کا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے الگ ایک جداگانہ مذہب ہے تو یہ پابندیاں اس کا منطقی تقاضا ہیں اور ان اصولی اور منطقی پابندیوں کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دینا سراسر ناانصافی ہے ۔ ہماری یہ آواز ویسٹرن میڈیا تک پہنچنی چاہیے اور مغربی لابیوں کے علم میں آنی چاہیے برطانیہ میں رہنے والے مسلمان بھائیو ! ہم تو مجبور ہیں سال میں ایک آدھ بار آتے ہیں اور آواز لگا کر چلے جاتے ہیں یہ آپ کی ذمہ داری ہے اگر مرزا طاہر احمد یہاں کے ذرائع استعمال کر سکتا ہے تو مغرب کے ذرائع ابلاغ آپ کی دسترس سے باہر نہیں اگر مرزا طاہر احمد مغربی لابیوں کو اپروچ کر سکتا ہے تو آپ حضرات بھی کر سکتے ہیں خدا کے لیے آپ بھی اپنے فرائض پہچانیں اور اسلام اور پاکستان کے دفاع کے لیے سائنٹیفک بنیادوں پر کام کا طریقہ اختیار کریں

## انسانی حقوق کے مجرم : قادیانی

حضرات محترم ! اگر بات انسانی حقوق کی ہے تو میں یہ بات ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہم نہیں کر رہے بلکہ قادیانی کر رہے ہیں اور عملی صورت حال یہ ہے کہ خود ہمارے انسانی حقوق قادیانیوں کے ہاتھوں پامال ہو رہے ہیں اس لیے کہ اسلام کا نام مسجد اذان کلمہ طیبہ اور دیگر اسلامی شعائر دنیا کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی پہچان ہیں اور ان کی ثقافت ہیں اپنی ثقافت کا تحفظ مسلمانوں کا حق ہے اور ثقافت کی حفاظت انسانی حقوق میں شامل ہے جسے قادیانی مسلسل پامال کر رہے ہیں اور جب قادیانیوں کے خلاف اس جرم میں قانونی کارروائی ہوتی ہے تو مغربی لابیاں چیخ اٹھتی ہیں کہ قادیانیوں کے انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں اب دیکھیے میں ایک شخص ہوں ۔ مجھے زاہد الراشدی کے نام سے پہچانا جاتا ہے گوجرانوالہ سے ماہنامہ الشریعۃ شائع کرتا ہوں اور اس کا ایڈیٹر ہوں کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرے کہ زاہد الراشدی میں ہوں یا الشریعۃ کا ایڈیٹر میں ہوں تو کیا اس سے میری ثقافت مجروح نہیں ہوتی ؟ اور کیا میرے انسانی حقوق پر زد نہیں پڑتی ؟ ۔ اور اگر میں اس شخص کے خلاف دھوکہ دہی کا مقدمہ درج کرا دوں اور قانون اسے پکڑ کر جیل میں ڈال دے تو کیا مغربی لابیاں اس پر شور مچانا شروع کر دیں گی کہ اس کے انسانی حقوق پامال ہو گئے ہیں میں مغرب میں بیٹھ کر اسلام اور پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والی لابیوں سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ کچھ انصاف کریں اور دنیا بھر کے مسلمانوں کا یہ حق تسلیم کریں کہ وہ اپنی ثقافت اور پہچان کی حفاظت کر سکیں اور اسلام کا نام اور اس کا لیبل اور ٹریڈ مارک غلط استعمال کرنے والوں کو ایسا کرنے سے باز رکھ سکیں یہ ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے مذہبی نام کا تحفظ کریں اپنی ثقافت کا تحفظ کریں ۔ اپنی علامات اور نشانیوں کا تحفظ کریں اور اپنی پہچان کو بچائیں ۔ قادیانی گروہ مٹھی بھر ہونے کے باوجود مغربی طاقتوں اور لابیوں کی شہ پر ہماری پہچان کو خراب کر رہا ہے اور ہماری ثقافت کو مجروح کر رہا ہے صدارتی آرڈیننس میں قادیانیوں کو اسی جرم سے روکا گیا ہے اس لیے انصاف کی بات یہ ہے کہ امتناع قادیانیت کا صدارتی آرڈیننس انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا نہیں بلکہ ان کی حفاظت اور ہیومن رائٹس کے تقاضوں کی تکمیل کا آرڈیننس ہے ۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو ! کہنے کی باتیں ابھی بہت سی ہیں لیکن وقت کا دامن تنگ ہوتا جا رہا ہے اور میرے بعد دوسرے فاضل مقررین نے بھی آنا ہے اس لیے آخر میں آپ حضرات سے پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مغرب کے ممالک اور لابیاں ایک بات طے کر چکی ہیں کہ کسی مسلمان ملک میں اسلامی نظام کو کسی قیمت پر نافذ نہ ہونے دیا جائے یہ صرف ہمارا مسئلہ ہے اور مصر اور مراکش کا بھی یہی مسئلہ ہے دنیا کے ہر مسلمان ملک میں مغربی میڈیا کے بوسٹر موجود ہیں جو انسانی حقوق اور بنیاد پرستی کے عنوان سے اسلامی قوانین کی مخالفت کر رہے ہیں اور قادیانیت جیسے گمراہ کن گروہوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں ان مسائل کا ادراک حاصل کرنا مغربی لابیوں کے طریق

باقی صفحہ ۲۷ پر

# شعائرِ اسلامی کا تحفظ

مولانا اللہ وسایا

## میرے مخدوم! قادیانی جماعت کی تاریخ گواہ ہے کہ جتنا جبر و تشدد قادیانی جماعت میں ہے اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

میرا ایک مضمون "شعائر اسلامی اور قادیانی اسلامی نقطہ نظر" کے عنوان سے موقر روزنامہ پاکستان کی اشاعت ۱۲ اگست ۹۲ء میں شائع ہوا جس کا جواب "شعائر اسلامی کا تحفظ" کے عنوان سے جناب اصغر علی گھرال ممبر پنجاب کونسل نے تحریر کیا جو روزنامہ پاکستان کی اشاعت ۲۸ اگست ۹۲ء میں شائع ہوا۔ اس سلسلہ میں چند ایک معروضات پیش خدمت ہیں۔

سب سے پہلے جناب گھرال صاحب کا مجھے شکریہ ادا کرنا ہے کہ انہوں نے مضمون کو ایک سنجیدہ بحث قرار دے کر نیک شگون سے تعبیر فرمایا۔

(۱) جناب گھرال صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے قادیانیت اور ردِ قادیانیت کا لٹریچر نہیں پڑھا اور یہ کہ میں نے بزعم خویش انسانوں کے ایک مظلوم گروہ کا اپنی صوابدید کے مطابق کیس پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

بڑے ہی ادب سے گزارش ہے کہ محترم گھرال نے اگر یہ کیس پیش کیا ہے تو قادیانی مسلم تنازعہ کی کس قدر تفصیلات بھی ان کے علم میں ہونی چاہئیں۔ اپنی طرف سے کچھ عرض کرنے کی بجائے ذیل میں قادیانی جماعت کے ان حضرات کی چند کتابوں کے نام عرض کر دیتا ہوں جو خود قادیانی تھے جماعت کے نظام میں جن ہوشربا حالات و واقعات سے ان کا پالا پڑا وہ انہوں نے جمع کر دیئے یہ قادیانی جماعت کے گھر کے گواہ ہیں۔

(۱) تاریخ محمودیت، فخر الدین ملتانی (۲) پیر باپ کی پاکیزگی کے حلف سے مرید بیٹے کا گریز عبد الرحمن شفیق الرحمن (۳) چند قابل غور حقائق سبط نور (۴) خلیفہ قادیان کے ناپاک سیاسی منصوبے چوہدری غلام رسول چیمہ (۵) خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتدالیاں (۶) خلیفہ ربوہ کے مظالم صلاح الدین گجراتی (۷) دور حاضر کا مذہبی آمر راحت ملک (۸) ربوہ کا پوپ مظہر ملتانی (۹) کمالات محمودیہ مظہر ملتانی (۱۰) مرزا غلام احمد کی تحریروں میں مرزا محمود کی تصویر حقیقت پسند قادیانی (۱۱) قادیانی شاخ (۱۱) مرزا محمود ہوش میں آؤ۔ راحت ملک (۱۲) مکتوبات مصری اور چند تاریخی تحریرات مظہر ملتانی (۱۳) تبلیغی سفر عبد الرحمن (۱۴) روحانی شکار گاہ عبد الرزاق بہت (۱۵) جماعت احمدیہ کے فہمیدہ احباب سے ملک عزیز الرحمن (۱۶) فریب قادیانیت بشیر احمد مصری (۱۷) ربوہ کا مذہبی آمر راحت ملک (۱۸) ربوی راج کے محمودی منصوبے مرکزی حقیقت پسند پارٹی (۱۹) ربوہ کی کہانی عزیز احمد (۲۰) میں نے مرزائیت کیوں چھوڑی قاضی خلیل (۲۱) شہر سدوم شفیق مرزا۔

قادیانیت کے گھر کے گواہوں میں سے میں نے صرف انہیں گواہ پیش کئے ہیں ان کی تحریری شہادتوں کے عنوانات سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ قادیانیت کے اصل خد و خال کیا ہیں۔ اے کاش گھرال صاحب ان کی صفائی پیش کرنے سے قبل ان تفصیلات کو جاننے کی زحمت فرماتے تو میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اسے مظلوم گروہ قرار نہ دیتے۔

مظلوم طلبہ اور قادیانیت کا چراغاں (الفضل قادیان [illegible])

بیان مولانا لال حسین اختر انکوائری کمیشن جسٹس محمود الرحمن مندرجہ احتساب قادیانیت ص ۱۹۶-۱۹۹ کی غداری تک کوئی سا مشکل وقت بتا دیا جائے جس میں قادیانیوں نے دشمن کا کردار ادا نہ کیا ہو۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں جنرل اختر عبد العلی وغیرہ کے کارنامے پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان تمام کارناموں کی خوفناک حقیقت آغا شورش کی "عجمی اسرائیل" اور میجر میر افضل خان کی "تاشقند کے اصل راز اور قادیانیوں کی سازشیں" سے آشکارا ہو جاتی ہیں کہ کس طرح اکھنڈ بھارت کے لیے وہ کوشاں تھے۔

آج بھی اسرائیل میں قادیانی مشن موجود ہے اور یوں وہ عرب مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر رہے ہیں قادیان میں فخر الدین ملتانی کا قتل عبد الرحمن مصری کی جلا وطنی، عبد الکریم مباہلہ کے مکان کو نذر آتش کرنے کے واقعات سے لے کر ربوہ کے بزرگ قریشی کے قتل تک تمام قادیانی جماعت کی سفاکیوں کے باوصف ان کو مظلوم قرار دیا جاتا ہے تو پھر میں یہ پوچھنے کی اجازت چاہوں گا کہ دنیا میں ظالم نام کی بھی کوئی چیز ہے یا نہیں۔

میرے مخدوم! قادیانی جماعت کی تاریخ گواہ ہے کہ جتنا جبر و تشدد قادیانی جماعت میں ہے۔ اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ قادیان سے بزور شمشیر لوگوں کو نکالنا، اخراج قادیان، مقاطعہ کی سزا دینا، اپنی عدالتیں قائم کرنا ۱۹۷۴ء سے قبل ربوہ میں کسی ایک مسلمان کو داخل نہ ہونے دینا۔ کیا ان حقائق کے ہوتے ہوئے ان کو مظلوم قرار دیا جاتا ہے اس مظلوم جماعت سے متعلق دو جج صاحبان کے حوالے پیش خدمت ہیں۔

جناب جی ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور اپنے فیصلہ مورخہ ۶ جون ۱۹۳۵ء میں لکھتے ہیں۔

قادیانی مقابلتاً محفوظ تھے اس حالت نے ان میں متمردانہ غرور پیدا کر دیا۔ انہوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لیے ایسے حربوں کا استعمال شروع کر دیا۔ جنہیں ناپسندیدہ کہا جائے گا جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا انہیں مقاطعہ قادیان سے اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے کر دہشت انگیزی کی فضا پیدا کی بلکہ بسا اوقات انہوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔ قادیان میں رضاکاروں کا ایک دستہ والنٹیر کور مرتب ہوا اور اس کی ترتیب کا مقصد غالباً یہ تھا کہ قادیان میں "لمن الملک الیوم" کا نعرہ بلند کرنے کے لیے طاقت پیدا کی جائے۔ انہوں نے عدالتی اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے لیے دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کی دیوانی مقدمات میں ڈگریاں صادر کیں۔ اور ان کی تکمیل کرائی گئی کئی اشخاص کو قادیان سے نکالا گیا یہ قصہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ قادیانیوں کے خلاف کئے گئے ظلم پہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے

مسلمانوں کو تباہ کیا جلایا اور قتل تک کے مرتکب ہوئے اس خیال سے کہ کہیں ان الزامات کو امراء کے تخیل ہی کا نتیجہ سمجھ لیا جائے۔ میں چند ایسی مثالیں بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ جو مقدمے کی شکل میں درج ہیں۔

کم از کم دو اشخاص کو قادیان سے اخراج کی سزا دی گئی اس لیے کہ ان کے عقائد مرزا کے عقائد سے متفاوت تھے وہ اشخاص حبیب الرحمان گواہ صفائی نمبر ۲۸، اور مستری اسماعیل ہیں مسل میں ایک چٹھی (ڈی زیڈ ۲۳) موجود ہے جو موجودہ مرزا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اور جس میں یہ حکم درج ہے کہ حبیب الرحمان (گواہ نمبر ۲۸) کو قادیان میں آنے کی اجازت نہیں۔ مرزا بشیر الدین گواہ صفائی نمبر ۳ نے اس چٹھی کو تسلیم کر لیا ہے اسماعیل کے اخراج اور داخلہ کی ممانعت کو گواہ صفائی نمبر ۲۰ نے تسلیم کر لیا ہے کئی اور گواہوں نے (قادیانیوں کے) تشدد و ظلم کی عجیب و غریب داستانیں بیان کی ہیں۔ جھگت سنگھ گواہ صفائی نے بیان کیا ہے کہ قادیانیوں نے اس پر حملہ کیا ایک شخص مسمی غریب شاہ کو قادیانیوں نے زدوکوب کیا۔ لیکن جب اس نے عدالت میں استغاثہ کرنا چاہا تو کوئی اس کی شہادت دینے کے لیے سامنے نہ آیا۔ قادیانی ججوں کے فیصلہ کردہ مقدمات کی مثالیں پیش کی گئی ہیں (جو شامل مسل ہذا ہیں) مرزا بشیر الدین محمود نے تسلیم کیا ہے کہ قادیان میں عدالتی اختیارات استعمال ہوتے ہیں۔ اور میری عدالت سب سے آخری عدالت اپیل ہے عدالت کی ڈگریوں کا اجراء عمل میں آتا ہے اور ایک واقعہ سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ڈگری کے اجراء میں ایک مکان فروخت کر دیا گیا اشٹام کے کاغذ قادیانیوں نے خود بنا رکھے ہیں، جو ان درخواستوں اور عرضیوں پر لگائے جاتے ہیں۔ جو قادیانی عدالتوں میں دائر ہوتی ہیں۔ قادیان میں ایک والنٹیئر کور کے موجود ہونے کی شہادت گواہ صفائی نمبر ۴ مرزا شریف احمد نے دی ہے۔

سب سے سنگین معاملہ عبدالکریم (ایڈیٹر مباہلہ) کا ہے جس کی داستان دردناک ہے۔ یہ شخص مرزا کے معتقدین میں شامل ہوا اور قادیان میں جا کر مقیم ہو گیا۔ وہاں اس کے دل میں (مرزائیت کی صداقت کے متعلق) شکوک پیدا ہوئے اور وہ مرزائیت سے تائب ہو گیا۔ اس کے بعد اس پر ظلم و ستم شروع ہوا۔ اس نے قادیانی معتقدات پر تبصرہ تنقید کرنے کے لیے مباہلہ نامی اخبار جاری کیا۔ مرزا بشیر الدین محمود نے ایک تقریر کی جس میں جو دستاویز ڈی زیڈ (الفضل مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۰ء) میں درج ہے مباہلہ شائع کرنے والوں کی موت کی پیشگوئی کی ہے اس تقریر میں ان لوگوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو مذہب کے لیے ارتکاب قتل پر بھی تیار ہو جاتے ہیں اس تقریر کے بعد جلد ہی عبدالکریم پر قاتلانہ حملہ ہوا لیکن وہ بچ گیا ایک شخص محمد حسین جو اس کا معاون تھا اور ایک فوجداری مقدمہ میں جو عبدالکریم کے خلاف چل رہا تھا اس کا ضامن بھی تھا اس پر حملہ ہوا اور قتل کر دیا گیا قاتل پر مقدمہ چلا اور اسے پھانسی کی سزا کا حکم ملا

پھانسی کے حکم کی تعمیل ہوئی اور اس کے بعد قاتل کی لاش قادیان میں لائی گئی اور اسے نہایت عزو احترام سے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا مرزائی اخبار الفضل میں قاتل کی مدح سرائی کی گئی فعل قتل کو سراہا گیا اور یہاں تک لکھا کہ قاتل مجرم نہ تھا۔ (فیصلہ جی ڈی کھوسلہ ۱۹۳۴ء)

اسی طرح مسٹر جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ الموسومہ فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء میں لکھا ہے کہ جب پہلی جنگ عظیم میں (جس میں ترکوں کو شکست ہوئی تھی) بغداد پر ۱۹۱۸ء میں انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور قادیان میں اس فتح پر جشن مسرت منایا گیا۔ تو مسلمانوں میں شدید برہمی پیدا ہوئی۔ اور احمدی انگریزوں کے پٹھو سمجھے جانے لگے۔ جب تقسیم ملک سے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا دھندلا سا امکان افق پر نظر آنے لگا۔ تو احمدی آنے والے واقعات کے متعلق متفکر ہونے لگے۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء کے آغاز تک ان کی بعض تحریروں سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ انہیں پہلے انگریزوں کا جانشین بننے کی توقع تھی لیکن جب پاکستان کا دھندلا سا خواب مستقبل کی ایک حقیقت کا روپ اختیار کرنے لگا تو ان کو یہ امر کسی قدر دشوار معلوم ہوا کہ ایک نئی مملکت کے تصور کو مستقل طور پر گوارا کر لیں۔ انہوں نے اس وقت اپنے آپ کو عجب گومگو کی حالت میں پایا ہو گا۔ کیونکہ نہ تو وہ بھارت کی غیر مذہبی ہندو مملکت کو اپنے لئے چن سکتے تھے نہ پاکستان کو پسند کر سکتے تھے۔ جس میں فرقہ بازی کے روا رکھے جانے کی توقع نہ تھی ان کی بعض تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تقسیم کے مخالف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ملک تقسیم بھی ہو گیا تو وہ اسے دوبارہ متحد کرنے کی کوشش کریں گے (منیر انکوائری رپورٹ ص ۲۰۹)

نیز اس کے علاوہ دوسری جگہ لکھتے ہیں تاہم بدلے ہوئے حالات کے مطابق ان کی سرگرمیوں اور ان کی جارحانہ نشر و اشاعت میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا۔ اور غیر احمدی مسلمانوں کے خلاف دل آزار باتیں برابر کہی جاتی رہیں کوئٹہ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے جو تقریر کی وہ نہ صرف نامناسب بلکہ غیر آل اندیشانہ اور اشتعال انگیز تھی اس تقریر میں انہوں نے بلوچستان کے صوبے کی پوری آبادی کو احمدی بنا لینے اور صوبے کو مزید جد و جہد کے مرکز کی حیثیت سے استعمال کرنے کی علی الاعلان حمایت کی اسی طرح جب انہوں نے اپنے پیروں کو یہ ہدایات کی کہ تبلیغ احمدیت کے پروپیگنڈا کو تیز کر دیں تا کہ ۱۹۵۲ء کے آخر تک پوری مسلم آبادی احمدیت کی آغوش میں آ جائے۔ تو گویا مسلمانوں کو تبدیل مذہب کے متعلق سرگرمیوں کا کھلا نوٹس دے دیا۔ اور جب مرزا غلام احمد کو نہ ماننے والوں کے متعلق "دشمن" یا "مجرم" یا محض مسلمان کے الفاظ استعمال کیے گئے تو جن لوگوں کی توجہ ان اشارات کی طرف مبذول کرائی گئی ان کا مشتعل ہونا لازمی تھا احمدی افسروں نے لوگوں کو احمدی بنانے کی مہم میں اثر رسوخ یا معروف ہو جانا اپنا مذہبی فریضہ خیال کیا ان کے اس رویے کی وجہ سے احمدیوں کو اس امر کا حوصلہ ہوا کہ جہاں کہیں انہیں افسروں کی حمایت حاصل تھی وہاں اپنے مقصد کے حصول میں زور شور سے مصروف ہو جائیں ہمیں پورا یقین ہے کہ اگر ضلع منٹگمری کا حاکم اعلیٰ احمدی نہ ہوتا تو احمدیوں کو یہ جرات نہ ہوتی کہ غیر احمدی دیہات کے علاقے میں کھلم کھلا اپنے تبلیغی مشن پر روانہ ہو جاتے (منیر انکوائری رپورٹ ص ۲۸۰)

## قادیانیوں کے بنیادی حقوق

اسی ضمن میں درخواست ہے کہ کیا آئین میں دیئے گئے اقلیتوں کے حقوق کی وہ اقلیت بھی مستحق ہے جو آئین ہی سے عملاً بغاوت اختیار کرے اور آئین میں متعین اپنی حیثیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔ نیز کیا ایک نظریاتی مملکت میں بنیادی حقوق کی طالب اقلیت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ

اکثریت کے حقوق کو پامال کرے حتیٰ کہ ان کے تشخص کو مجروح کرنے کے درپے ہو۔ ٹھیک ہے حقوق ملنے چاہئیں لیکن کیا ان حقوق میں مال جان کی طرح عزت و ناموس کا تحفظ بھی شامل ہے یا نہ۔

کیا ایک نظریاتی مملکت میں بنیادی حقوق کی طالب اقلیت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اکثریت کے حقوق کو پامال کرے حتیٰ کہ ان کے تشخص کو مجروح کرنے کے درپے ہو۔ ٹھیک ہے حقوق ملنے چاہئیں لیکن کیا ان میں جان کی طرح عزت و ناموس کا تحفظ بھی شامل ——— ہے یا نہ۔ اگر شامل ہے اور یقیناً ہے تو قادیانی جماعت کے بانی نے مسلمانوں کی عزت و ناموس احترام و وقار کا جو خون کیا ہے ملاحظہ ہو۔

آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷ پر لکھا ہے کہ جو مسلمان مجھے نہیں مانتے وہ کنجریوں کی اولاد ہیں

نجم الہدیٰ کے ص ۱۰ پر لکھا ہے کہ میرے دشمن جنگلوں کے سور ہیں۔ کتاب فتح اسلام میں اپنے مخالفین کو ولد الحرام قرار دیا۔ ان تمام حوالہ جات سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ جن کی حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں وہ خود مسلمانوں کی جان و مال تو اپنی جگہ عزت و ناموس کے اس طرح درپے ہیں۔

## شرعی عدالتوں کے جواز پر ان کا اعتراض

قانونی موشگافیوں سے قطع نظر ایک حقیقت ہے کہ شرعی عدالتیں انگریز کے زمانہ میں بھی مسلم ریاستوں میں قائم تھیں۔ آج بھی سعودی عرب وغیرہ اسلامی ممالک میں قائم ہیں پاکستان کے آئین میں ان کو تحفظ حاصل ہے ہمارے موجودہ چیف جسٹس آف پاکستان عزت مآب جناب افضل ظلہ صاحب وفاقی شرعی عدالت کی سپریم اپیل بنچ کے چیف جسٹس رہے ہیں ان عدالتوں میں اکثریت ہائی کورٹ و سپریم کورٹ کے جج صاحبان کی ہے پھر ان کی مخالفت کیوں؟ بالآخر بادی النظر میں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہی ہے کہ ان کی مخالفت محض اس لیے کہ اس ملک میں اسلامی نظام آنے کا جو بھی راستہ ہو اسے ایسے طور پر بند کر دیا جائے کہ اسلام کے آنے کا کوئی خدشہ باقی نہ رہے

قائداعظم نے ۱۱ر اگست کو فرمایا کہ۔۔۔۔

بالکل بجا مگر اصولوں پر مگر دو قومی نظریہ کے خالق و داعی اسلامی مملکت کے بانی اور پاکستان کا مطالبہ کیا لا الہ الا اللہ کا ورد کرنے والے رہنما کے کسی بھی قوم کو اسی تناظر میں دیکھیں کہ اب ہندو مسلم جھگڑا باقی نہ رہے ٹھیک ہے پاکستان میں اسی ہونے کے ناطے ہندو سکھ عیسائی پارسی ایک اقلیت جو ان کے حقوق ہیں وہ مسلمانوں کو تسلیم ہیں ہمارے ملک کے معزز شہری ہیں ان کے ساتھ کبھی بھی مسلمانوں کا ایسا شدید تنازعہ قیام پاکستان کے بعد نہیں ہوا جس سے ملک کی فضا مکدر ہوگئی ہو۔ قادیانی بہ غیر مسلم اقلیت بھی خود کو آئین کے مطابق غیر مسلم تسلیم کرے تو جھگڑا ختم ہو کر قائداعظم کی روح کو تسکین پہنچائی جا سکتی ہے مگر جس قادیانی جماعت نے قائداعظم کا جنازہ نہ پڑھا ہو وہ قائداعظم کے پاکستان کے آئین میں دی گئی اپنی حیثیت کو تسلیم کرے یہ کیسے ممکن ہے؟

پنجاب اسمبلی میں السلام علیکم کہیں تو اس میں غیر مسلم ممبران بھی موجود ہیں وغیرہ لیس ثابت ہوا کہ یہ اصطلاحات مسلمانوں کیلئے مخصوص نہیں۔

محترم! یہ قیاس بھی درست نہیں قومی اسمبلی میں جب سپیکر کے السلام علیکم کہنے کی بات منظور ہوئی تھی اسمبلی کا ریکارڈ گواہ ہے کہ اس وقت اسمبلی کا ممبر نے کہہ دیا تھا کہ ہمارے خیال رکھا جائے۔ السلام علیکم یہ تو مسلمانوں کا شعار ہے غرض غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کا شعار ہے لیکن جناب گھرال صاحب اپنی اسلام کی ریاست شناخت و شعار غیر مسلموں کو منتقل کر رہے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے غیر مسلم حکمرانوں کو دعوتی مکتوبات تحریر فرمائے۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ آپ کے اس عمل مبارک سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ مسلمانوں کا شعار ہے اگر کسی ایسی محفل میں جس میں اکثریت مسلمانوں کی ہو اقلیت غیر مسلم ہوں جیسے قومی اسمبلی یا ریڈیو تو وہاں بھی اکثریت کی وجہ سے ایسے مجمع ہو گا نہ کہ اب یہ مسلمانوں کا شعار نہیں رہا دیگر یہ بھی فرق ملحوظ رہے کہ قادیانی ان شعائر کو استعمال میں لا کر خود کو مسلمان ثابت کرنا چاہتے اور اپنے کفر قادیانیت کو اسلام کے طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں اس لیے ایسی صورت میں ان کو اس کے استعمال کی اجازت دینا قانون کے خلاف ہوگا

شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ نہیں ہونا چاہیے

دو قومی نظریہ جس کا تقاضا انتخاب دو ووٹرلسٹوں کی علیحدگی پاسپورٹ اور شناختی کارڈ فارم میں مذہب کے خانہ کا موجود ہونا۔

صدر مملکت، اسلامی نظریاتی کونسل وزارت مذہبی امور چاروں صوبائی حکومتوں کا اس مطالبہ کی معقولیت کو تسلیم کرنا اور شناختی کارڈ میں خانہ مذہب کا اضافہ کرنے کی اہمیت پر اصرار کرنا ان تمام امور کو نظر انداز کر دینا قرین مصلحت نہیں اس پر بعض اقلیتوں نے اعتراض کیا لیکن وہ تو شریعت بل دو قومی نظریہ جداگانہ طرز انتخاب تحفظ ناموس رسالت بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیا ایک اسلامی ریاست کیا اپنی بھی کچھ نظریاتی سرحدات ہیں یا نہیں اگر ہیں قرآن کا تحفظ ہونا چاہیے یا نہیں بعض نے کہا کہ اس سے فرقہ واریت پھیلے گی یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ دو ووٹر لسٹوں شناختی کارڈ فارم پاسپورٹ داخلہ اے تعلیم کے فارموں اور دیگر کاغذات میں خانہ مذہب موجود ہے اگر اس سے فرقہ واریت نہیں پھیلی تو شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے اضافہ سے کیونکر پھیلے گی اور اس کی ضرورت بھی اس لیے پیش آئی کہ پاسپورٹ شناختی کارڈ کی بنیاد پر تیار ہوتا ہے شناختی کارڈ میں مذہب کی صراحت نہیں ہوتی اس لیے خود کو قادیانی مسلمان ظاہر کر کے حرمین شریفین چلے جاتے ہیں جو قرآن و سنت کی صریح خلاف ورزی ہے یا مغربی جرمنی جانے کے بہانے مسلمانوں کو پاسپورٹ میں قادیانی لکھوا کر ارتداد پھیلاتے ہیں جیسا کہ بعض واقعات کا گھرال صاحب نے بھی اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے تو یہ ہمارے موقف کی دلیل ہے کہ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ موجود ہو تاکہ دھوکہ و اشتباہ ارتداد اور مقامات مقدسہ کی توہین کا قادیانی ارتکاب نہ کر سکیں۔

(۷) ایک قادیانی وکیل سے مسلمان وکیل نے رمضان شریف میں سگریٹ پینے کا جو واقعہ آپ نے بیان کیا ہے اس کے بارے میں عرض ہے کہ کسی بھی مسلمان کی بدعملی سے اسلام پر اعتراض یا کسی قادیانی کے نیک ہونے سے

قادیانیت کی خوبی پر استدلال کرنے سے قبل سوچ لیا ہوتا کہ کسی بھی موضوع پر بحث کرنے کے لیے اصول سامنے رکھے جاتے ہیں کہ فروع۔ اگر آپ ایک اپنے ہم پیشہ وکیل مسلمان کے روزہ نہ رکھنے کے بطور مثال کے پیش کرتے ہیں تو لیجئے میری طرف سے ذیل کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

(۱) ایک مرزائی مبلغ کے متعلق قادیان کا سرکاری آرگن حسب ذیل معلومات فراہم کرتا ہے۔

میرے ایک بہت معزز غیر احمدی (یعنی مسلمان) دوست نے بیان کیا کہ میں ولایت میں ایک ہوٹل میں کھانا کھا رہا تھا وہیں ایک بھاری بھرکم لاہور کے رہنے والے لیکچرار اور مبلغ بھی تشریف لائے اور کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کھانے کے دوران میں انہوں نے ہوٹل والے سے فرمایا: کل والی چیز لاؤ وہ بہت مزیدار تھی اس پر اس نے ایک قسم کا گوشت لا کر ان کے سامنے رکھ دیا جسے انہوں نے خوب لطف لے کر کھایا جب وہ تناول فرما کر تشریف لے گئے تو میں نے بصد شوق ہوٹل والے سے پوچھا کہ وہ کیا گوشت تھا جو مسٹر ... نے تم سے منگا کر کھایا تھا ہوٹل والے بیچارے نے بڑی سادگی سے جواب دیا کہ فائن سٹ بیکن یعنی نہایت نفیس سور کا گوشت (حوالہ مندرجہ الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۲۴ء

(۲) مرزا بشیر الدین دوسرے قادیانی سربراہ اپنی رپورٹ بیان کرتے ہیں۔

میں جب ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں۔ مگر قیام انگلستان کے دوران مجھے اس کا موقع نہ ملا واپسی پر جب فرانس آئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عریانی سے نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر وہ مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ اوپیرا سینما کو کہتے ہیں چوہدری صاحب نے بتایا کہ یہ اعلیٰ سوسائٹی کی جگہ ہے جسے دیکھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں میری نظر چونکہ کمزور ہے دور کی چیز اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں میں نے چوہدری صاحب سے کہا کہ کیا یہ ننگی ہیں انہوں نے بتایا یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر باوجود اس کے وہ ننگی معلوم ہوتی ہیں۔ (اخبار الفضل ۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء)

(۳) خود مرزا غلام احمد اپنے مریدین کی اخلاقی حالت بیان کرتے ہیں کہ

مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھتا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گراتا ہے پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا ہے اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم (یعنی قادیانیوں) سے اچھا ہے۔

اشتہار التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء ملحقہ شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۹۳ء

(۸) ایک قادیانی عورت قرآن حفظ کر رہی تھی کہ میاں ادا مجھ سے مولوی قرآن نہ چھین لیں خوب واقعہ نمائش کیا گیا ہے یہاں بھی اصول بحث کریں کہ قادیانی جماعت کا قرآن مجید کے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) جو کچھ میں اللہ کی وحی سے سنتا ہوں خدا کی قسم اسے ہر قسم کی خطا سے پاک سمجھتا ہوں۔ قرآن کی طرح میری وحی خطاؤں سے پاک ہے یہ میرا ایمان ہے۔ خدا کی قسم یہ کلام مجید ہے خدائے پاک واحد کے منہ سے (نزول المسیح ص ۹۹ مصنفہ مرزا قادیانی)

(۲) ما انا الا کالقرآن (تذکرہ ص ۶۶۸، ط ۲۰) قرآن خدا کی کتاب اور میرے (مرزا) منہ کی باتیں ہیں تذکرہ ۱۰۲، ۱۰۳، ط ۲۰)

(۳) میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے۔ خدا کا کلام یقین کرتا ہوں (حقیقت الوحی ص ۲۱۱)

(۹) آخر میں جناب اصغر علی گھرال صاحب نے بنیادی حقوق کی بات فرمائی ہے میری ان سے درخواست ہے کہ وہ اس بنیادی امر پر توجہ فرمائیں کہ قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ مسلمانوں کے تشخص کو پامال کر رہے ہیں۔ آئین سے انحراف کر رہے ہیں۔

●●

## مضمون نگار متوجہ ہوں

ہفت روزہ ختم نبوت میں اشاعت کے لئے مضامین و رپورٹیں وغیرہ بھیجنے والے احباب مندرجہ ذیل امور کا خاص خیال رکھیں ان سے غفلت کی بناء پر آپ کا مراسلہ مسترد ہو سکتا ہے۔

(۱) مضمون صاف اور واضح اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔

(۲) اگر قرآن و حدیث یا کسی کا قول نقل کریں تو حوالہ لازماً دیں۔

(۳) اگر بھیجا جانے والا مضمون پورا کا پورا کسی کتاب یا رسالے سے لیا گیا ہو تو اپنے نام کے ساتھ "مرسلہ" اور مضمون کے ساتھ ماخوذ کتاب کا نام درج کریں۔

(۴) اگر آپ کسی ادارے یا فرد کے قادیانیوں سے تعلق کے بارے میں لکھ رہے ہیں تو پہلے اچھی طرح تصدیق کر لیں۔

(۵) قرآن و حدیث یا کسی بھی قسم کی عربی عبارت لکھنے سے پرہیز کریں بلکہ صرف اردو ترجمہ ہی لکھیئے۔ (ادارہ)

# گوشۂ کتب

تبصرہ کیلئے کتاب کی دو جلدوں کا آنا ضروری ہے

| | |
|---|---|
| نام کتاب : | آسان عملیات و تعویزات |
| مصنف : | اعجاز احمد سنگھاپوری |
| قیمت : | ۵۰ روپے |
| صفحات : | ۲۸۸ |
| پتہ : | اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی |

تبصرہ : رعایت اللہ فاروقی

محترم اعجاز احمد سنگھانوی تصنیف و تالیف کی دنیا میں ایک نیا نام ہیں مگر ماشاء اللہ اس میدان میں ان کے سفر کی رفتار اچھی خاصی ہے ان کی اس رفتار کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ بیک وقت ان کی تین کتابیں تبصرے کے لئے میری میز پر موجود ہیں جن میں ایک پہ گذشتہ دوسری پر زیر نظر اور تیسری پر اگلے پرچے میں انشاء اللہ آپ تبصرہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں ان کی زیر نظر تالیف "آسان عملیات و تعویزات" بھی ایک بہترین کاوش ہے یہ کتاب اعمال و تعویذات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے عاملین اور تعویذات کا سلسلہ چلانے والے افراد کی ہمارے معاشرہ میں کوئی کمی نہیں ماشاء اللہ ہر چوک و بازار میں آپ کو عامل پروفیسر فلاں فلاں ... قسم کے سائن بورڈ ملاحظہ فرماتے ہی ہوں گے لیکن وہ عامل نہیں بلکہ ٹھگ قسم کی مخلوق ہوتے ہیں اور حاجت مند کو تعویز نہیں بلکہ اس حاجتمند کی بیوقوفی کی سند پکڑا تے ہیں کہ اسے عامل اور ٹھگ میں تمیز نہیں اعجاز احمد سنگھانوی کے تعویزات دیگر اعمال کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ عارفین باللہ بزرگوں اور عامل باالعلم علماء سے لئے گئے ہیں اور اس حوالے سے وہ مؤثر بھی ہوں گے پھر عام طور پر تعویزات اور اعمال کی جو کتابیں کتب خانوں سے میسر ہیں ان میں اگر ایک کتاب دینی امور ہی سے متعلق اعمال و تعویزات سے شروع ہوتی ہے تو آخری صفحے تک یہی سلسلہ چلتا ہے اور اگر دنیوی امور شروع ہوتے تو پھر آخر تک یہی چلتا چلا جائے اندریں حالات زیر تبصرہ کتاب ان کتابوں سے ممتاز ہے کہ اس میں رضائے الٰہی کے حصول کے طریقے بھی ہیں اور دنیوی مشکلات کو آسان کروانے کے نسخے بھی اور پھر جادو سحر سے لے کر نظر بد اور بخار سے لے کر کینسر جیسے امراض تک سے چھٹکارا دلانے والے تعویزات کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ بس ذرا اس بات کی ہے کہ کوئی باعمل عالم یا کوئی دیندار متقی اپنے ہاتھ سے یہ تعویزات لکھ کر حاجتمندوں کو پیش کرے کیونکہ تعویزات کے مؤثر ہونے میں عامل کی دینداری سے انکار ممکن نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ کاوش اہل دین و صاحب دنیا ہر دو اقسام کے افراد کے لئے ایک بہترین تحفہ اور ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر مؤلف کو اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

محترم جناب عبدالخالق قریشی صاحب جو دوبئی میں عرصہ دراز سے قیام پذیر تھے۔ گذشتہ دنوں ہارٹ اٹیک ہونے کی وجہ سے وفات پاگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کی ختم نبوت سے ساتھ گہری وابستگی تھی اور ہفت روزہ ختم نبوت کے قاری بھی تھے۔ اگر جماعت کے کسی فرد کا دوبئی جانا ہوتا تو یہ اپنے ہاں رہائش کے خصوصی انتظامات کرتے تھے۔

ادارہ ان کے لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اور قارئین ختم نبوت سے بھی ان کی مغفرت کی خصوصی دعا کے لئے اپیل ہے۔

## لمحہ فکریہ

محمد سلمان منصور پوری

# علماء کی قدر

ہارون رشید خلفاء عباسیہ میں امتیازی حیثیت کا حامل ہے وہ اپنے وقت کا سب سے بڑا فرمانروا تھا لیکن اس کی شرافت دیانت اور علمی اشتغال بھی ضرب المثل تھا۔ اس کی علم دوستی اور علماء کی قدر کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ مشہور محدث ابومعاویہ کو محسوس ہوا کہ ہاتھ دھلوانے کے لیے کوئی ان کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا ہے۔ ابو معاویہ سمجھے کہ خادم پانی ڈالتا ہوگا۔ کچھ لمحات بعد خود پانی ڈالنے والے نے پوچھا کہ حضرت آپ کا ہاتھ کون دھلا رہا ہے ابومعاویہ نے فرمایا کہ میں پہچان نہ سکا کہ کون ہے۔ اس پر خلیفہ ہارون رشید بولے کہ ہاتھ دھلانے کی سعادت آج مجھے میسر آئی ہے ابومعاویہ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں حیرت میں پڑ گیا اور مارے شرم کے پانی پانی ہوگیا۔ ہارون رشید نے ابو معاویہ کے اضطراب کو دیکھتے ہوئے کہا کہ فکر کی کوئی بات نہیں دراصل میرا یہ عمل آپ کے علم کے احترام کے لیے تھا یہ تو ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں ہارون رشید اور دیگر خلفاء اسلام کی دیانت داری اور علم دوستی کے واقعات لکھے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں دنیا دار بادشاہ اور امراء علماء کی جتنی قدر کرتے تھے آج بڑے سے بڑے دیندار بھی ان کی اتنی عظمت کا خیال نہیں کرتے علماء کو تنقیدوں کا موضوع بنانا ان پر کیچڑ اچھال کر جلسوں کو گرم کرنا مضامین لکھ کر ان کی عزت سے کھلواڑ کرنا آج فیشن بن گیا ہے علماء کی صحبت میں اپنے بچوں کو بھیجنا اور دینی مدارس میں پڑھانا اس زمانہ میں ایک معیوب چیز سمجھا جاتا ہے یہ باتیں کسی قوم کی ترقی نہیں بلکہ تنزلی کی دلیل ہیں اسلام اور مسلمانوں نیز مادر وطن کا مفاد اسی سے وابستہ ہے کہ مسلمان اپنے صحیح العقیدہ علماء سے اپنے روابط برقرار رکھیں۔ قومی اور ملی مسائل میں ان کی رہنمائی قبول کریں ان کی قدر اور عظمت میں کسی طرح کی کمی روا نہ رکھیں ماضی کا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ علماء کی قیادت ہی ملی اور قومی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے غیر دینی اور جذباتی قیادت پہلے بھی ناکام ہوئی اور آئندہ بھی اس سے کامیابی کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی اس لیے ہر مسلمان کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے دینی قیادت اور علماء کے احترام و اطاعت کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے حالات اسی کے متقاضی ہیں اور دین کا اسی کی فرست ہے

حضرت مولانا سید تصدیق بخاری

# سرسید اپنی تحریرات کے آئینہ میں

حقیقت یہ ہے کہ سرسید جنت، دوزخ، فرشتوں کی مخلوق، جنوں کی مخلوق، معجزات، کرامات وغیرہ کے منکر ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سرسید کی تفسیر القرآن، مقدمہ تفسیر حقانی، تاریخ معتزلہ، از زبید احمد حسن۔ سرسید کی تفسیر القرآن جسے تحریف القرآن کہنا زیادہ موزوں ہے سے چند اقتباسات بقرار ذیل ملاحظہ ہو۔

## سرسید جنت و دوزخ کی مخلوق ہونے کا منکر ہے

وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

سرسید نے لکھا ہے

پس یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ بالفعل مخلوق و موجود ہیں قرآن سے ثابت نہیں۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۱)

جنت و نار کی جو حقیقت قرآن میں بیان ہوئی ہیں وہ سب تمثیلیں ہیں نہ حقیقت تاکہ جو چیز ہمارے پاس ہے اسی اس چیز کا جو ہم سے پوشیدہ ہے کچھ خیال ہو۔

(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۳)

وعدہ وعید دوبہشت کے جن الفاظ سے بیان ہوئے ہیں ان سے بعینہ وہی اشیاء مقصود نہیں، بلکہ اس کا بیان کرنا اعلیٰ درجہ کی خوشی و راحت کو فہم انسان کے لائق تشبیہ میں لانا ہے۔ اس خیال سے اس کے دل میں ایک بے انتہا عمدگی نعیم جنت کی، اور ایک ترغیب اوامر کے بجا لانے اور نواہی سے بچنے کی پیدا ہوتی ہے اور ایک کوڑ مغز ملا یا شہوت پرست زاہد یہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت بہشت میں نہایت خوبصورت ان گنت حوریں ملیں گی، شراب پئیں گے، میوے کھائیں گے، دودھ و شہد کی ندیوں میں نہائیں گے اور جو دل چاہے گا وہ مزے اڑائیں گے، اور اس لغو بیہودہ خیال سے دن رات اوامر کے بجا لانے اور نواہی سے بچنے میں کوشش کرتا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۴۳)

اس امر کے ثبوت کے لئے نئے مذہب کا ان چیزوں کے بیان کرنے سے صرف اعلیٰ درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مقصود تھا۔ نہ واقعی ان چیزوں کا دوزخ و بہشت میں موجود ہونا۔ ایک حدیث کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں جو ترمذی نے بریدہ سے روایت کی ہے۔ اس میں بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہشت میں گھوڑا بھی ہوگا آپ نے فرمایا کہ سرخ یا قوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں جاہے گا اڑتا پھرے گا پھر ایک شخص نے پوچھا کہ وہاں اونٹ ہوگا، آپ نے فرمایا کہ وہاں جو کچھ چاہو گے سب کچھ ہوگا۔ پس اس جواب سے مقصود یہ نہیں ہے کہ درحقیقت بہشت میں گھوڑے اور اونٹ موجود ہوں بلکہ صرف ان لوگوں کے خیال میں اس اعلیٰ درجہ کی راحت کا خیال پیدا کرنا ہے جو ان کے خیال اور ان کی عقل و فہم و طبیعت کے مطابق اعلیٰ درجہ کی ہو سکتی تھی۔ اس کی مانند اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور اگر ان سب کو صحیح مان لیا جائے تب بھی کسی کا مقصود ان اشیاء کا بعینہ بہشت میں موجود ہونا نہیں ہے بجز اس کے کہ جہاں تک انسان کی عقل و طبیعت کے موافق اعلیٰ درجہ کی کا خیال پیدا ہو سکے وہ پیدا ہو۔

(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۴)

پس بہشت کی قرۃ اعین (حوریں) کو ان فطری راحتوں کی کیفیت کی تشبیہ ہے اور دوزخ کے مصائب کو آگ میں جلنے اور لہو پیپ پلائے جانے اور کھلائے جانے کی تمثیل میں بیان کیا ہے تاکہ انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ بڑی سے بڑی راحت و لذت یا سخت عذاب وہاں موجود ہے۔ اور حقیقت جو لذت و راحت یا رنج و کلفت کی وہاں ہے، ان کی اس سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہے یہ تو صرف ایک اعلیٰ راحت و اختفا یا رنج و کلفت کا خیال پیدا کرنے کو اس پیرایہ میں جس میں انسان اعلیٰ سے اعلیٰ اختفا اور رنج کو خیال کر سکتا تھا بیان کیا ہے۔

یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے، اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں باغ میں سرسبز شاداب درخت ہیں، دودھ و شراب و شہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں، ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی (حور و غلمان) نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے، جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں شراب پلا رہی ہیں، ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے، ایک نے ران کے اوپر سر دھرا ہے، ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے، ایک نے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہے، کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے، کوئی کسی کونے میں کچھ۔ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہے تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔

(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۲۳)

## فرشتوں کے مخلوق ہونے کا انکار

ملائکہ کا اطلاق ان قدرتی قوا پر جن سے انتظام عالم مربوط ہے، اور ان شیون قدرت کا ملہ پروردگار پر جو اس کی ہر ایک مخلوق میں بہ تفاوت درجہ ظاہر ہوتی ہیں ملائکہ کا اطلاق ہوا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۴۱)

اس سے ثابت ہے کہ اس ملکہ نبوت کا جو خدا نے انبیاء میں پیدا کیا ہے جبرئیل نام ہے۔

(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۲۵)

خدا اور پیغمبر میں بجز ملکہ نبوت کے جس کو اکثر مواقع اور زبان شرع میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے وہ خود ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا کے پاس لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۲۳)

قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہیں ہوتا۔

(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۴۲)

جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۴۲)

اور یہ سب کام اس فطری قوت نبوت کے ہیں جو خدا تعالیٰ نے مثل دیگر قوائے انسانی کے انبیاء میں بمقتضائے ان کی فطرت کے پیدا کی ہے اور وہی قوت ناموس اکبر

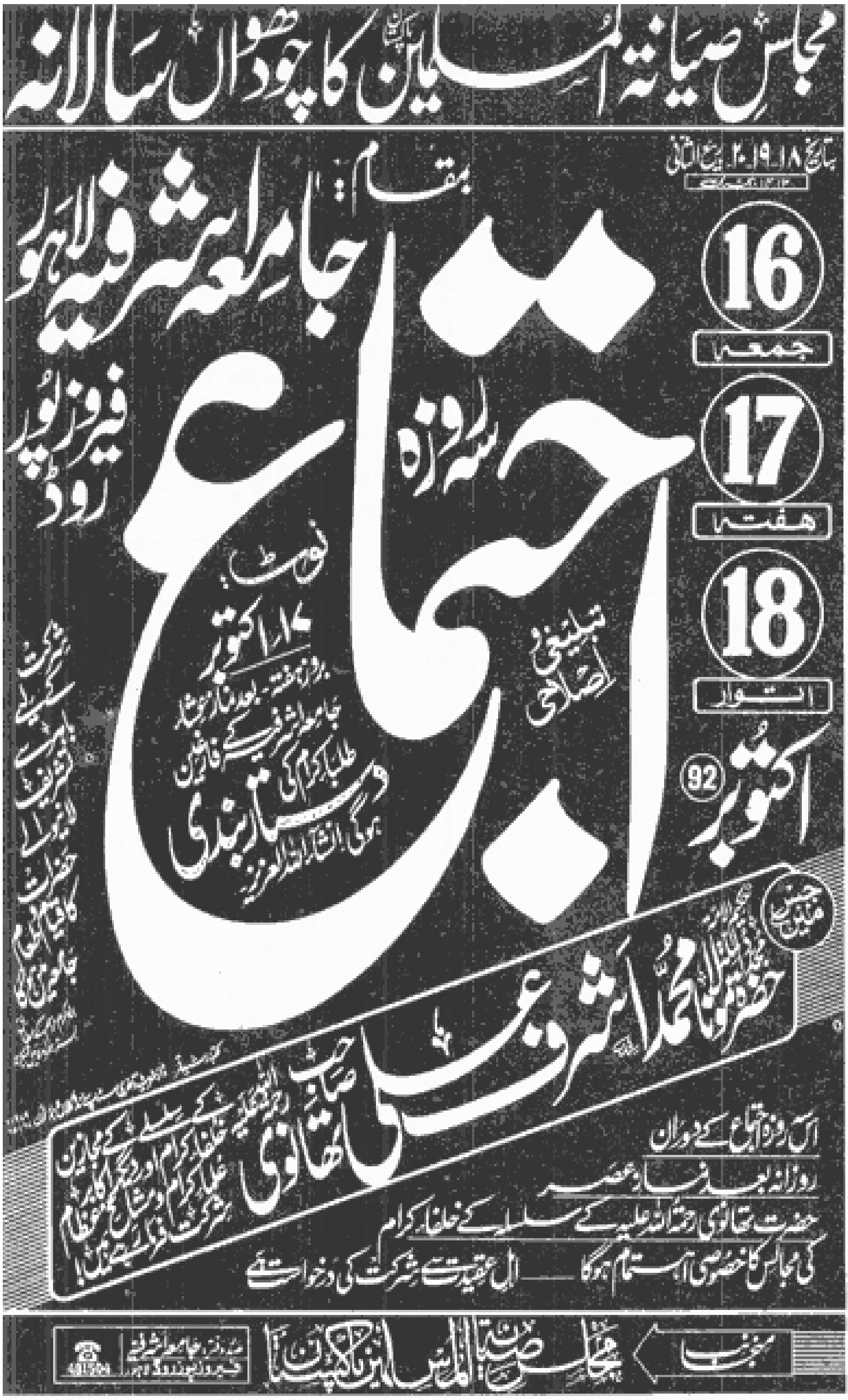


ہے، اور وہی جبرئیل پیغامبر۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۲۵)

سرسید بدر کی لڑائی میں فرشتوں کی آمد کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ان لڑائیوں میں ایسے فرشتے جن کو لوگ ایک مخلوق جداگانہ اور متحیز بالذات مانتے ہیں، نہ آئے تھے اور نہ خدا نے ایسے فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا اور نہ قرآن مجید سے ایسے فرشتوں کا آنا یا خدا تعالیٰ کا ایسے فرشتے بھیجنے کا وعدہ کرنا پایا جاتا ہے۔

(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۹)

فما لبث ان جآء بعجل حنیذ (ھود ۲) کے تحت لکھتے ہیں۔

پس ان تمام حالات سے نہ تو ان تینوں شخصوں کا فرشتہ ہونا پایا جاتا ہے اور نہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انھوں نے کھانا نہیں کھایا بلکہ اس طرف قرینہ قیاس زیادہ ہے کہ ان اصراروں کے بعد انھوں نے کھانا کھایا ہو اور خدا نے ان کو جو دو جگہ ضیف ابراہیم کر کے بیان کیا ہے یہ قرینہ قوی ہے کہ انھوں نے کھانا بھی کھایا اور حضرت ابراہیم کی ضیافت قبول کی۔ (تفسیر القرآن ج ۵ ص ۲۵)

تمام علمائے اسلام اس کو ایک مخلوق جداگانہ خارج از خلقت اس کو بطور ایلچی کے خدا و نبی کے درمیان واسطہ قرار دیتے ہیں اور جبرئیل اس کا نام بتاتے ہیں۔ ہم بھی جبرئیل اور روح القدس کو شے واحد یقین کرتے ہیں مگر اس کو خارج از خلقت انبیاء مخلوق جداگانہ تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ خود انبیاء کی خلقت میں جو ملکہ نبوت ہے اور جو ذریعہ روح مبداء فیاض سے ان امور کے اقتباس کا ہے جو نبوت یعنی رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں وہی روح القدس ہے اور وہی جبرئیل۔ (تفسیر القرآن ج ۳ ص ۱۵۶)

## جنوں کی مخلوق ہونے کا انکار

تمام علمائے اسلام نے جنوں کی جداگانہ ایسی ہی مخلوق قرار دی ہے جیسے کہ انسان کی مگر قرآن مجید سے جنوں کی ایسی مخلوق ہونے کا ثبوت نہیں۔ (تفسیر القرآن ج ۳ ص ۵۹)

جس طرح جنوں کی مخلوق کو مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے ایسی مخلوق کا قرآن مجید سے ثبوت نہیں۔

(تفسیر القرآن ج ۳ ص ۶۳)

سورۃ سبا ۱۳ کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:۔

ان آیتوں میں جو جن کا لفظ آیا ہے اس سے وہ پہاڑی و جنگلی آدمی مراد ہیں جو حضرت سلیمان کے ہاں بیت المقدس بنانے کا کام کرتے تھے اور جن پر یہ سبب وحشی اور جنگلی ہونے کے جو انسانوں سے جنگلوں میں چھپے رہتے ہیں اور نیز بہ سبب قوی اور طاقتور اور محنتی ہونے کے جن کا اطلاق ہوا۔ پس اس سے وہ جن مراد نہیں ہیں جن کو مشرکین نے اپنے خیال میں ایک مخلوق مع ان اوصاف کے جو ان کے ساتھ منسوب کیے ہیں مانا ہے اور جن پر مسلمان بھی یقین کرتے ہیں۔

(تفسیر القرآن ج ۳ ص ۶۹)

## امیروں سے سود لینا حلال ہے

الا کے سوا وہ لوگ ہیں جو ذی مقدور اور صاحب دولت و جاہ و حشمت ہیں اور اپنے عیش و آرام کیلئے روپیہ قرض لیتے ہیں جائدادیں مول لیتے ہیں مکان بناتے ہیں اور قرض روپیہ لے کر چین اڑاتے ہیں، گو ان کو قرض دینا بعض حالتوں میں خلاف اخلاق ہو مگر ان سے سود لینے کی حرمت

کی کوئی وجہ قرآن مجید کی رو سے مجھ کو نہیں معلوم ہوئی اسی طرح بہت سے معاملات قرضہ کے ہیں جو تجارت کے کاروبار میں پیش آتے ہیں اور ایسے بینکوں کے قائم ہونے سے سود پر تجارت کے مقاصد کے لئے روپیہ قرض دیتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ روپیہ پہنچا دیتے ہیں اور ہر قسم کی آڑھتوں کا کام کرتے ہیں اور جن سے تجارت کو اور ترقی ملک اور افزونی آبادی کو نہایت امداد پہنچتی ہے ان معاملات میں جو سود کو لیا، دیا جاتا ہے مجھ کو قرآن مجید کی رو سے اس کے ایسا ربا ہونے کی جس کو اس آیت میں حرام کیا ہے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

(تفسیر القرآن ج ۱ صفحہ ۳۲۳)

## غریبوں سے سود لینا حرام ہے

پس قرینہ مقام و طرز کلام سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس آیت میں انھیں لوگوں کا ذکر ہے جو غریب مسکین لوگوں سے سود لیتے تھے اور اسی سود کو جو ایسے لوگوں سے لیا جاتا تھا قابل رحم اور ہمدردی اور سلوک کرنے کے تھے۔ خدا نے حرام کیا اور فرمایا۔ حرم الربا۔ وہی ربا حرام کیا گیا ہے جو ایسے غریب و محتاج آدمیوں سے لیا جاتا تھا جو کھانے کے محتاج تھے۔ (تفسیر القرآن ج ۱ صفحہ ۳۲۳)

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے متعلق سرسید کہتے ہیں کہ ان کا باپ تھا۔

## حضرت عیسیٰؑ کا باپ تھا

بطریق اعجاز حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر معجزہ کا بھی اطلاق نہیں ہو سکتا۔

(تفسیر القرآن ج ۲ صفحہ ۱۵)

پس کوئی وجہ اس بات کے خیال کرنے کی نہیں ہے کہ یوسف فی الواقع حضرت مسیح کے باپ نہ تھے۔

(تفسیر القرآن ج ۲ صفحہ ۳۴)

قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں بیان ہوا کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ جہاں تک کہ اشارہ ہے حضرت عیسیٰؑ کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہونے کا اور (وہ) حضرت مریم کی عصمت و طہارت کا اشارہ ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۲ صفحہ ۳۵)

آیت للناس کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ حضرت مسیح کو بغیر باپ کے بطور ایک نشانی معجزہ کے پیدا کیا تھا محض بیجا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۲ صفحہ ۳۵، ج ۲ صفحہ ۳۳، ج ۲ صفحہ ۳۴)

حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں نے نہ سنگسار کرکے قتل کیا نہ صلیب پر قتل کیا بلکہ وہ اپنی موت سے مرے اور خدا نے ان کے درجے اور مرتبہ کو مرتفع کیا۔ رفع کے لفظ سے حضرت عیسیٰ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ کہ ان کے جسم کو اٹھا لینے کا۔

## نفاذ حدود اللہ کا انکار

سورۃ المائدۃ کی آیت ۳۳۔۳۸ کے تحت لکھتے ہیں

ان آیتوں میں جو ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم ہے اور نیز اس آیت میں جس میں چور کا صرف ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے وہ لازمی نہیں، اور جن لوگوں نے اس کو لازمی سمجھا ہے انھوں نے استنباط مسائل میں غلطی کی ہے۔

(تفسیر القرآن ج ۳ صفحہ ۱۳۲)

## معراج جسمانی کا انکار

ہمارا اور ہر ذی عقل کا بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس (معراج) کو ایک واقعہ خواب تسلیم کرے۔

(تفسیر القرآن ج ۶ صفحہ ۱۳۲)

**بقیہ: مسلمان یا قادیانی**

واردات کو سمجھنا اور اس کا توڑ پیدا کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے لیکن اس جسارت پہ مجھے معاف فرمائیں کہ اس سلسلہ میں پہلی ذمہ داری آپ لوگوں کی ہے جو مغربی ممالک میں مقیم ہیں اور یہاں سے ذرا ئع تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں اس کے بعد ہماری ذمہ داری ہے آیئے ہم سب عہد کریں کہ اسلام مسلمانوں اور پاکستان کے دفاع میں اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس کریں گے اور اسے پورا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دیں آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

**بقیہ: پریس کانفرنس**

ان کے آنسوؤں سے قبر کی تازہ مٹی نم آلود ہوگئی اگلی صبح کا ستارہ طلوع ہوا تو کسی نامہربان نے آکر انہیں مرقد یار سے الگ کر لیا وہ انہیں مرحوم کے گھر لے جانے لگے تو پروفیسر ربانی نے کہا اب میرا اس گھر میں

رہا ہی کیا ہے میں تو پہلے ہی غریب الوطن تھا اس انسان کے اٹھ جانے سے میری غریب الوطنی بے امان ہوگئی ہے یہ کہہ کر سیدھا پشاور سدھار گئے۔"

اور اگر کوئی کہے کہ ان کے جانے کے بعد دنیا کے حال پہ لکھوں تو مجیب الرحمٰن شامی لکھ چکے ہیں۔

"مجنوں جو مر گیا تو جنگل اداس ہے"

اس لیے قارئین اب آپ ہی سوچیے کہ لکھوں تو کیا لکھوں کہ لکھنے کو کچھ بچا ہی نہیں ----!

**بقیہ: مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ**

ہوتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی روح ایک عرصہ سے اس کشاکش کو برداشت کر رہی تھی۔ وہ ملک میں اسلام کو غالب دیکھنا چاہتے تھے۔ اور اس کے لئے انہوں نے اپنی صحت و قوت کی ساری پونجی داؤ پر لگا دی تھی۔ لیکن دور جدید کی پستی، منافقت، اور یقولون مالا یفعلون، کی پالیسی ان کی عزیمت کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ایک عرصہ سے اہل زمانہ کی یہ "جفا" نما وفا "ان کے جسم کو گھائل اور ان کی روح کو بے چین کیے ہوئے تھی۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ اگر یہ روش جاری رہتی ہے تو یہ ملک اسلام کی برکات سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائے گا۔ یہی سوز باطن ان کے لئے بالآخر جان لیوا ثابت ہوا۔

**بقیہ: تحریک ختم نبوت**

سٹن میں تھوڑا سا حصہ ڈال کر آیا ہوں آپ نے ختم نبوت کے جس پودے کو پانی دیا تھا میں اسے پھل لگے دیکھ کر آیا ہوں "۔ غرضیکہ پاکستان نیشنل اسمبلی میں آپ کی ولولہ انگیز قیادت میں مرزائیت کے نوے سالہ پرانے مسئلے کو حل کیا گیا آپ نے جس طرح ملت اسلامیہ کی نمائندگی کا حق ادا کیا ہے اس پہ جتنا فخر کیا جائے کم ہے

قبل ازیں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جب کہ آپ عین شباب پر تھے گرفتاری پیش کی اور تقریباً ایک سال تک جیل میں رہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی استدعا پر آپ نے عربی میں المتنبی القادیانی کے نام ایک جاندار رسالہ لکھا جسے مجلس نے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر پوری دنیا میں تقسیم کیا۔

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

# تمام غیرتمند مسلمانوں سے ایک سوال

کیا آپ چاہتے ہیں

کہ آپ کی رقم

مسلمانوں کو مرتد

بناتے میں استعمال ہو ؟

اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے

## لیکن

اس کے باوجود آپ کی لاعلمی اور بے توجہی کی وجہ سے آپ کی رقم سے مسلمانوں کو مرتد بنایا جا رہا ہے

## وہ کیسے ؟

آپ میں سے بعض لوگ قادیانیوں سے خرید و فروخت کرتے ہیں قادیانی تجارتی اداروں سے لین دین کرتے ہیں اور قادیانی کارخانوں کی مصنوعات استعمال کرتے ہیں

## کیا آپ جانتے ہیں ؟

اسی خرید و فروخت، لین دین کے ذریعہ قادیانی جو منافع کماتے ہیں اسی منافع یعنی ماہانہ آمدنی کا ایک کثیر حصہ اپنے مرکز ربوہ میں جمع کرتے ہیں

## جس کے نتیجہ میں

وہی رقم جو آپ سے کمائی جاتی ہے وہ آپ ہی کے خلاف استعمال ہوتی ہے یعنی مسلمانوں کو اسی رقم سے مرتد بنایا جاتا ہے

## اگر آپ

قادیانیوں کے ساتھ کاروبار و تجارت کرتے ہیں تو گویا آپ ارتدادی کام میں بالواسطہ حصہ لے رہے ہیں اور انکا ساتھ دے رہے ہیں

## یاد رکھیے

- آپ ہی کی رقم سے قادیانی اپنی ارتدادی تبلیغ کرتے ہیں
- آپ ہی کی رقم سے قادیانیوں کے تحریف شدہ قرآنی ترجمے چھپتے اور تقسیم ہوتے ہیں
- آپ ہی کی رقم سے ان کے پریس چلتے ہیں
- آپ ہی کے بل بوتے قادیانی مرکز "ربوہ" آباد ہے
- آپ ہی کی رقم سے قادیانی مبلغین اپنی ارتدادی تبلیغ کیلئے اندرون و بیرون ملک سفر کرتے ہیں

گویا قادیانیوں کی ہر حرکت میں براہ راست نہیں تو بالواسطہ آپ بھی شریک ہیں

## لہٰذا

تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے قادیانیوں کے ساتھ مکمل سوشل بائیکاٹ کریں اور ان کے ساتھ لین دین، خرید و فروخت مکمل طور پر بند کردیں اور اپنے احباب کو بھی قادیانیوں سے بائیکاٹ کی ترغیب دیں۔

نوٹ کیجئے۔

مرکزی دفتر
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ
ملتان (پاکستان) فون ۴۰۹۷۸